کالا شاہ کالا

صائمہ اکرم

ناولٹ

کُلا شاہ کُلا

صائمہ اکرم

میرا بابو چھیل چھبیلا...... میں تو ناچوں گی
میرا ابلما رنگ رنگیلا...... میں تو ناچوں گی

جنید جیسے ہی گھر میں داخل ہوا چھوٹی چچی کو اپنی چالیس انچ کی کمر پر ہاتھ رکھ کر بھاری بھرکم وجود کے ساتھ سامنے دالان میں رقص کرتے دیکھ کر ایک لمحے کو تو حواس باختہ ہی ہو گیا حالانکہ اس کے لیے یہ منظر قطعاً نیا نہیں تھا۔ مسرت چچی پورے خاندان کی سب سے زیادہ زندہ دل، شوخ اور کڑاکے دار خاتون سمجھی

جاتی تھیں۔
پورے گھر میں چونکہ ڈیک اونچی آواز میں بج رہا تھا۔ اس لیے اس شور شرابے میں ان کی آمد کی خبر کسی کو نہیں ہو سکی تھی۔ اس کے پیچھے سکھر والی ریشماں پھپو کا پورا جنجال پورہ تھا جن کو وہ ابھی ابھی ریلوے اسٹیشن سے لے کر ہانپتا کانپتا گھر پہنچا تھا۔ اس کے سر پر پھپو کے جہیز کا سفید لوہے کا ٹرنک اور بائیں ہاتھ میں پانی کا کولر تھا۔ دایاں ہاتھ ٹرنک پر رکھے وہ باقاعدہ کسی نشئی کی طرح ڈولتا ہوا گھر میں داخل ہوا تھا۔

وہ دل ہی دل میں دادی کو ہزار دفعہ خراج تحسین پیش کر چکا تھا۔ جن کی فرمائش پر چھوٹی کی شادی کے کارڈ پورے بیس دن پہلے پورے خاندان میں تقسیم کیے گئے تھے۔ جس کا خمیازہ اسے تین بہنوں کا اکلوتا بھائی ہونے کی وجہ سے بھگتنا پڑ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ پورا خاندان شادی کی پہلے سے ہی تیاری کر کے بس کارڈز کے انتظار میں رسمی طور پر اپنے گھر میں ٹکا ہوا تھا۔ اس لیے تو سب نے اتنے دن پہلے ہی دھاوا بول دیا تھا۔ نچلی منزل کے ہنگامے سے بیزار ہو کر اس کی تینوں بہنیں اوپر چھت پر بنے بڑے ہال کمرے میں ابھی ابھی کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹی تھیں کہ گھنٹی کی آواز نے چھوٹی کے کان کھڑے کر دیے۔ آج کل تو ویسے بھی ہر گھنٹی پر اس کا دل دہل کر رہ جاتا تھا۔

''اللہ معاف کرے ......کہیں خدانخواستہ ریشماں پھپو میری شادی کے بجائے کسی الیکشن کا جلسہ کرنے تو نہیں آ رہیں ......'' چھوٹی نے اپنی شادی سے پورے سات دن پہلے ریشماں پھپو کو اپنے پورے ٹبر کے ساتھ آتے دیکھ کر دہل کر کہا۔

وہ تو ویسے ہی گھنٹی کی آواز پر کھڑکی سے جھانکنے آئی تھی کہ نیچے صحن میں ریشماں پھپو کے جنجال پورے کو دیکھ کر اسے سو واٹ کا جھٹکا لگا۔ ان کے خاندان کو جنجال پورے کا خطاب بڑی آپا نے ان کے چھ بچوں کی وجہ سے دیا تھا۔

''ہاں بھئی ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی سیاستدان اپنے حواریوں کے ساتھ آ رہا ہو۔'' منجھلی آپا بھی لپک کر اس کے پیچھے آئیں اور ان کے چہرے کا رنگ بھی بڑی سرعت سے اڑا تھا۔ نیچے جنید بے چارہ لوہے کا ٹرنک سر پر رکھے باقاعدہ ڈولتا پھر رہا تھا۔ اس کے سر سے سامان اتارنے کی زحمت کسی نے نہیں کی تھی۔

''کیا ہوا...... نیچے فوجیں پہنچ گئیں کیا......؟''
بڑی آپا نے اپنے بیٹے کو مشکل سے سلاتے ہوئے انتہائی پریشانی سے پوچھا تھا۔

''جی ہاں، طوفان آ چکا ہے۔ فکر نہ کریں......! ''ہائے ہمارے ابا'' والا ڈراما ابھی شروع نہیں ہوا......'' منجھلی آپا کو مہمان بچوں نے سخت بیزار کر رکھا تھا تبھی وہ طنزیہ لہجے میں تپ کر بولی تھیں۔ پچھلے دس سالوں سے ان کی تینوں پھپیوں کا یہ خاندانی اور جذباتی قسم کا خاموش معاہدہ تھا کہ وہ میکے میں قدم رکھتے ہی اپنے مرحوم ابا کی یاد میں دس پندرہ منٹ کا سوگ ضرور مناتی تھیں۔ جس میں ابا کی نادیدہ خوبیوں پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اپنی محبت کا بھی اظہار کیا جاتا۔ اس کے بعد ان کے مشہور زمانہ خوفناک چھت پھاڑ قہقہے پورے محلے میں سنے جاتے۔

''لو اماں، یہ مسرت ممانی کو یہاں اپنا دبئی مشہور زمانہ ''جامنی جوڑا'' پہن کر ٹھمکے لگانے کا دورہ پڑا ہوا ہے......'' ریشماں پھپو کی سب سے بڑی بیٹی سجل نے اندر کا منظر دیکھتے ہی انتہائی بدتمیزی اور بیزاری سے اپنی اماں کو مخاطب کیا جو خود بھی یہ منظر دیکھ کر انتہائی بدمزہ ہو چکی تھیں۔ سجل کا رشتہ جب سے مسرت ممانی نے لینے سے صاف انکار کیا تھا تب سے نند بھابی کی ہونے والی لڑائیاں پورے خاندان کو ''پانی پت'' کے میدان کی یاد دلا دیتیں۔ ریشماں پھپو کو اپنی

بیٹی کو مسترد کیے جانے کا دکھ بھولتا ہی نہیں تھا۔

آج اماں نے پورے خاندان کو جہیز کی رونمائی کے لیے بلا رکھا تھا۔ اس لیے دس مرلے کا یہ گھر کسی چڑیا گھر کا منظر پیش کر رہا تھا۔ فل آواز میں ڈیک چل رہا تھا۔ جس پر مسرت چچی اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔ جوشِ جذبات میں آنکھیں بند کیے وہ خود کو ہیما مالنی سمجھ کر انجمن کی طرح ٹھمکے لگا رہی تھیں۔ اس دفعہ انہیں پریکٹس کا بہت کم وقت ملا تھا۔ اس لیے وہ مہندی سے پہلے، پہلے اپنی ساری خامیاں دور کرنے کا پکا تہیہ کیے ہوئے تھیں۔

''بندہ پوچھے کہ یہ مسرت کو عقل کب آئے گی، تین تین جوان جہان بیٹوں کی ماں ہو کر ایسے ڈھنگے لگاتی پھر رہی ہے......'' ریشماں پھپو نے طنزیہ انداز میں جنید کو دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ سے پانی والا کولر پکڑا تھا۔

''مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ مسرت ممانی اپنے وسیع و عریض حدود اربعہ کے ساتھ اس سوٹ میں سمائی کیسے ہیں......؟'' کول نے بھی اپنی ماں کی طرح کڑی تنقیدی نگاہ سے چھوٹی ممانی کا جائزہ لیا تھا۔

''حالانکہ اس سے بھی زیادہ حیرت ناک اور خوفناک بات یہ ہے کہ اگر سما جاتی ہیں تو پھر نکلتی کیسے ہیں......؟'' سجل نے بھی طنز کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ویسے بھی جب سے منجھلی کی شادی میں مسرت ممانی نے اس کی اور اپنے بیٹے شرجیل کی محبت کی کہانی میں جس طرح ولن کا کردار ادا کیا تھا۔ تب سے سجل کو وہ ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں۔ اس سے بھی زیادہ ظلم انہوں نے شرجیل کو دبئی بھیج کر کیا تھا۔

''اللہ کرے کہ اس سوٹ کو اب چوہے کتر ہی جائیں......'' دل کی گہرائیوں سے سجل نے بد دعا دی۔ یہ سوٹ مسرت ممانی کے جہیز کی آخری باقیات کے طور پر محفوظ تھا اور ان کا سراسر ذاتی خیال تھا کہ وہ اپنے اس جرسی ویلوٹ کے لچک دار سوٹ میں

قدرے اسمارٹ لگتی ہیں۔ یہ اور بات کہ باقی پورا خاندان ان کی رائے سے متفق نہیں تھا۔ اب تو ان کی شادی کو بھی کئی سال ہونے کو تھے۔ ان کا سب سے بڑا بیٹا بیس سال کا تھا۔

اس قدر ہلا گلا اور وہ بھی ان کی غیر موجودگی میں ریشماں پھپو کو سخت ناگوار گزرا تھا۔ انہیں دل ہی دل میں اپنی چھوٹی بہن نور جہاں پر سخت غصہ آیا۔ جو سب سے آگے بیٹھی جوش و خروش سے تالیاں ایسے پیٹ رہی تھی جیسے تندور میں روٹیاں لگا رہی ہو۔

''یہ نوری تو بچپن سے ہی بے وقوف واقع ہوئی ہے۔ اس کی طبیعت تو میں درست کرتی ہوں۔'' ریشماں پھپو نے دل ہی دل میں عہد کیا۔ سبھی لوگ ان کی آمد سے ابھی تک بے خبر تھے۔ یہ بات ان کے خون میں بری طرح اشتعال برپا کر رہی تھی۔

چچی کا ناچ ناچ کر برا حال تھا۔ وہ خاندان کی ہر شادی پر اپنا یہ ''آئٹم نمبر'' ضرور کرتی تھیں۔ جس میں وہ کوئی بلا مبالغہ تیس چالیس گول چکر ضرور لگاتی تھیں۔ اس دفعہ انہوں نے پھر میرا بابو چھیل چھبیلا پر اپنے فن کا مظاہرہ کرنا تھا۔ آج شاید کوئی ریہرسل پروگرام تھا۔ اس وقت باقی خواتین تالیاں بجا بجا کر چچی کو ''ہلا شیری'' دے رہی تھیں۔

وہ تو مقامِ شکر تھا کہ چچی کے بابو چھیل چھبیلے صاحب اس وقت باہر گلی میں دروازے کے پاس رکھی بان کی چارپائی پر بیٹھے اپنے خاندانی نائی کے ساتھ دیگوں کا حساب کتاب کرنے میں مصروف تھے۔ ورنہ اب تک چچی کی ٹھیک ٹھاک طبیعت سیٹ کر چکے ہوتے۔ وہ ایسے ہی تھے انتہائی من موجی، دل چاہتا تو خود بھی ان کے ساتھ شادی بیاہ میں ٹھمکے لگانے لگتے اور اگر موڈ نہ ہوتا تو باقی لوگوں کو خوفِ خدا اور قیامت کی نشانیاں بتانے لگتے جن میں سے ایک کھلے عام ناچ گانا بھی تھا۔ ایسا موڈ ان پر

سال میں ایک دفعہ ضرور طاری ہوتا تھا۔

''ہائے ہمارے ابا......!'' ریشماں پھپو نے سب کو متوجہ کرنے کے لیے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر اس قدر زور سے نعرہ لگایا تھا کہ جنید کے سر سے لوہے کا ٹرنک گرتے گرتے بچا۔ ریشماں پھپو کی پاٹ دار آواز نے پورے گھر کا منظر بدل دیا تھا۔ کسی نے بوکھلا کر ڈیک بند کر دیا۔ جبکہ ریشماں پھپو اپنے منہ پر اپنا گلابی دوپٹا رکھے اب منہ پھاڑ کر رو رہی تھیں یا رونے کی کوشش میں ایسی آوازیں نکال رہی تھیں کہ پورے خاندان کے بچے ڈر کر اپنی، اپنی ماؤں کے کلیجے کے ساتھ چمٹ گئے تھے۔

''ہائے آپا......اپنے ابا......'' نورجہاں پھپو اپنی بہن کو دیکھ کر انجن کی طرح چھلانگ لگا کر ان کے قریب پہنچیں، انہوں نے بھی گلے سے اپنی زکام زدہ آواز مشکل سے نکالی تھی۔ اب وہ اپنی بہن کے گلے کے ساتھ لگ کر اگلا جذباتی سین کر رہی تھیں۔

''لو آگئے اسٹار پلس کے اصلی ڈرامے......!''

چچی کے منہ کے زاویے بڑی تیزی سے بدلے تھے۔ وہ اپنی اس بڑی نند سے بے انتہا خار کھاتی تھیں۔ جبکہ جنید تو کھلے عام کہا کرتا تھا کہ چچی کا بڑی پھپو کے ساتھ پرسنالٹی کلیش ہے۔

''ابھی ساسو ماں بھی اپنا سفید غرارہ سنبھالتی ہوئی اندر سے میزائل کی طرح نکلیں گی۔ ویسے ان کے گھٹنوں کا درد پورے خاندان میں مشہور ہے۔ یہ درد بیٹیوں کو دیکھ کر اللہ جانے کہاں چلا جاتا ہے۔'' چھوٹی چچی کو اپنی بڑی نند کی آمد ہمیشہ کی طرح سخت ناگوار گزری تھی۔ اس وقت تو انہوں نے ویسے بھی ان کا اچھا خاصا پروگرام خراب کر دیا تھا۔

''اللہ پوچھے اس ڈولی باندرا کو، جس نے میرا سارا جوش ٹھنڈا کر دیا۔'' ابھی تک ان کی سانس بے حال تھی لیکن اس کے باوجود وہ چھوٹی کے کان میں سرگوشی کرنا نہیں بھولی تھیں۔ جو سخت ہراساں نظروں سے ریشماں پھپو کو دیکھ کر بوکھلاہٹ میں نیچے اتر کر آگئی تھی۔ جنید اب ٹرنک صحن میں رکھے اس کے اوپر بیٹھ کر اپنی سانس بحال کر رہا تھا۔

''چچی، آہستہ بولیں، پھپو سن لیں گی......''

چھوٹی نے خوفزدہ نظروں سے ریشماں پھپو اور نورجہاں پھپو کو اپنے گلے سے عجیب و غریب آوازیں نکال کر روتے دیکھا۔

''تو میں کون سا ان سے ڈرتی ہوں......'' چچی نے میز پر پڑے پھلوں کے لفافے کو کھولتے ہوئے بڑی بے پروائی سے اسے اطلاع دی۔

''اُف میں تو سمجھی تھی کہ ان کا قافلہ نہیں آئے گا......'' وہ اچھی خاصی روہانسی ہو رہی تھی کیونکہ اسے یقین تھا کہ کم از کم بڑی پھپو اس کی شادی میں نہیں آئیں گی۔ منجھلی آپا کی شادی میں تین سال پہلے ان کا مسرت چچی کے ساتھ ایک زوردار دنگل ہوا تھا۔ جس کے بعد وہ اکثر خاندانی تقریبات کا بائیکاٹ صرف اس وجہ سے کرتی تھیں کیونکہ وہاں مسرت چچی کے آنے کا امکان ہوتا تھا۔ ابھی ایک خاندانی تقریب میں انہوں نے اپنی اماں کو پیغام بھجوایا تھا کہ اگر چھوٹی کی شادی میں مسرت بھابی آئیں گی تو وہ ہرگز اپنے میکے میں قدم نہیں رکھیں گی۔

پھپو ریشماں کی فسادی طبیعت سے گھبرا کر چھوٹی خود پندرہ دن پہلے جا کر مسرت چچی کو اپنے گھر لے آئی تھی کہ شاید ریشماں پھپو اپنے آنے کا ارادہ واقعی ملتوی کر دیں لیکن ریشماں پھپو اپنے پورے ٹبر کے ساتھ قدم رنجہ فرما چکی تھیں۔ چھوٹی کو یقین ہو گیا تھا کہ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

''ہائے ہائے، یہ چھوٹی، منجھلی اور بڑی کا خون بھی کیا ''باقی'' خاندان والوں کی طرح سفید ہو گیا ہے یا پھوپی کا آنا اچھا نہیں لگا......'' ریشماں پھپو نے آتے ہی پہلا وار ویسے تو اپنی تینوں بھتیجیوں پر کیا تھا لیکن کینہ توز نظروں سے سامنے صوفے پر بیٹھی

بے پروائی سے کیلا کھاتی مسرت چچی کو دیکھا۔ جنہوں نے اپنے چہرے پر ''نو لفٹ'' کا بڑا سا بورڈ آویزاں کر رکھا تھا۔ ویسے بھی اپنے فن کا مظاہرہ کر کے وہ اب خاصی کمزوری محسوس کر رہی تھیں۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں پھپو، میں تو انتظار کر رہی تھی کہ آپ فارغ ہو جائیں تو آپ سے ملتی ہوں......'' چھوٹی نے ہڑبڑا کر صفائی دی۔ اس کی شادی کا فنکشن تھا وہ تو ویسے بھی بوکھلائی بوکھلائی سی پھر رہی تھی۔

''آئے ہائے میں کون سا نماز کی نیت کر کے کھڑی تھی جو تم میرے فارغ ہونے کا انتظار کر رہی تھیں......'' پھپو نے اس کی وضاحت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ناک سے مکھی اُڑائی تھی۔ ہلکا سا سر پر ہاتھ پھیر کر انہوں نے دائیں بائیں دیکھا۔ سارا مجمع اِدھر اُدھر ہو گیا تھا۔

''یہ منجھلی اور بڑی کہاں چھپ کر بیٹھی ہیں۔ ہم تو بھتیجیوں سے ملنے کے لیے ٹرینوں میں دھکے کھاتے سکھر سے کراچی آگئے لیکن انہیں کمروں سے نکلنے کی توفیق نہیں ہو رہی۔'' ریشماں پھپو کو اپنا موڈ خراب کرنے کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی، اس کا اندازہ ان تینوں بہنوں کو خوب تھا۔ ان کے والد مہدی صاحب اپنے سب بہن بھائیوں میں بڑے تھے۔ اس لیے ان کی اولاد بھی اپنے ددھیال میں سب سے بڑی تھی۔ ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ شازیہ کو سب بڑی آپا، نازیہ کو منجھلی آپا اور سعدیہ کو سب چھوٹی آپا کہہ کر پکارتے تھے۔ ان تینوں کے نام کے ساتھ جڑا ''آپا'' کا لفظ اب ان کے نام کا ہی حصہ بن چکا تھا۔ جبکہ خاندان کے بزرگ انہیں بڑی، منجھلی اور چھوٹی کہہ کر پکارتے تھے۔

''بھئی لوگ جتنے بھی منہ بنائیں یا نہ ملیں...... ہمارے تو دو ہی بھائی ہیں خیر سے، ہم تو اپنے میکے میں ضرور آئیں گے......'' ریشماں پھپو نے مسرت چچی کی طرف ٹیڑھی نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک اور جذباتی حملہ کیا تھا۔ جس کا بے پرواسی چچی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ انہوں نے پھلوں والی ٹوکری سے تیسرا کیلا نکال کر چھیلنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے اس انداز پر ریشماں پھپو کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔

وہ مہدی صاحب سے چھوٹی تھیں ان سے چھوٹی نورجہاں اور پھر غلام علی چچا اور ان کے بعد سب سے چھوٹی عابدہ پروین تھیں۔ دادی کو خیر سے پاکستانی میوزک سے عشق تھا۔ اسی کے نتیجے میں انہوں نے اپنے سارے بچوں کے نام پاکستانی... گلوکاروں کے ناموں پر رکھے تھے۔ ان کی اپنی آواز تو اچھی خاصی تھی جبکہ بچے سارے ہی بے سُرے تھے۔ جن کی آوازیں اور بغیر سُر کے گلے سے نکلنے والے راگ سن سن کر دادی کو شروع شروع میں کافی ہول اٹھتے تھے پھر آہستہ آہستہ ان کو صبر آ ہی گیا تھا۔ اپنے دونوں بیٹوں کے لیے بھی انہوں نے بہوؤں کا انتخاب کرتے ہوئے بس ناموں کی طرف ہی دھیان دیا تھا۔ بڑی فریدہ خانم اور چھوٹی مسرت نذیر تھیں۔

''سنو جنید، شام کو خیر سے عابدہ پروین کے راگ سننے کو بھی تیار ہو جاؤ، وہ بھی اپنی یاجوج ماجوج کی قوم لے کر کراچی پہنچ رہی ہیں۔'' چچی نے اپنے جیٹھ کے اکلوتے بیٹے کو اپنے بازو سہلاتے دیکھ کر شرارت سے کہا تھا۔ وہ ابھی ابھی مہمان خانے میں ریشماں پھپو کا لوہے کا ٹرنک پہنچا کر ہانپتا کانپتا پہنچا تھا۔

''بھئی چچی ویسے نام تو آپ کا مسرت ہے۔ اپنے ایمان سے کہیں کبھی کوئی ''مسرت انگیز'' خبر آپ نے سنائی ہے کیا......؟'' وہ جو وہاں سانس لینے کو رکا تھا۔ چچی کی اطلاع پر اس کی باقی سانس سینے میں ہی اٹک گئی۔ وہ اب منہ بناتے ہوئے بے تکلفی سے کہہ رہا تھا۔ ان چاروں بہن بھائیوں کی

اپنے پڑوس میں رہنے والی چچی کے ساتھ خوب بنتی تھی۔ کچھ ان کی والدہ خاصی حلیم طبیعت کی حامل تھیں اور لڑائی جھگڑوں سے حتی الامکان کترانے والی اور اپنے کام سے کام رکھنے والی، یہی وجہ تھی کہ فریدہ خانم اپنے خاندان کی پسندیدہ ترین ہستی تھیں۔ اس کے باوجود حیرت انگیز طور پر ان کی نندوں کو پھر بھی ان سے گلے شکوے رہتے تھے۔

''مجھے چھوڑو تم عابدہ پروین کے'' آخری راگ'' گپلو کے لیے پانچ درجن امپورٹڈ ''پیمپرز'' ابھی سے لا کر رکھ دو، حسب معمول ان کے سب سے چھوٹے لخت جگر کا پیٹ کراچی میں داخل ہوتے ہی اپنی بڑی خالہ کے مزاج کی طرح خراب ہو چکا ہوگا......'' چچی خاصی خوش مزاج واقع ہوئی تھیں۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بات پر ہنس دیا تھا۔

''ویسے اس دفعہ تو میرا پکا منصوبہ ہے کہ اسے سمندر میں پھینک کر آؤں گا......'' جنید کو منجھلی آپا کی شادی کا دردناک واقعہ یاد آ گیا تھا۔ جب عابدہ پھپو کے اس ازلی پیٹ خراب والے بیٹے نے اس کا پینٹ کوٹ خراب کیا تھا۔ حالانکہ پھپو ساری شادی میں قسمیں کھاتی رہی تھیں کہ انہوں نے بچے کے پیمپر ''اچھی'' کوالٹی کے خریدے تھے۔ آج بھی جنید کو یہ واقعہ یاد کر کے ابکائی سی آ جاتی تھی۔

''چچی یہ پھپیوں کا وفد گیا کہاں اب......؟ بڑی خاموشی ہے......'' جنید نے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے رازدارانہ انداز میں آہستگی سے پوچھا تھا۔

''وہ سارا جلوس تو ہیڈ کوارٹر یعنی ساسو ماں کے کمرے میں بیٹھا گول میز کانفرنس کر رہا ہے۔ چغلی پروگرام کرنے کے بعد ان کی طبیعت کچھ ہلکی پھلکی ہو جائے گی بس پھر دوسروں پر گولہ باری کرنے باہر نکل آئیں گی۔ اچھا خاصا ماحول تھا وہ نور آپا تو چلو قابل برداشت ہیں بس یہ ریشماں آپا کے راگ بھیرویں مجھے پسند نہیں۔ اچھا خاصا ماحول خراب کر دیتی ہیں۔'' چچی نے خاصی ناگواری سے کہا تھا۔ وہ خاصی زندہ دل خاتون تھیں اور ان کی زندہ دلی ان کی نند ریشماں کو خاصا ''مردہ دل'' کر دیتی تھی۔ وہ دونوں ٹی وی لاؤنج میں کھڑے تھے جہاں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ سب مہمان تھک ہار کر لیٹ گئے تھے۔

''ویسے آپس کی بات ہے چچی آپ آج تو بتا دیں کہ آپ کا اور ریشماں پھپو کا پرسنالٹی کلیش کیوں ہے......؟'' جنید کی آنکھوں میں مچلتی شرارت دیکھ کر وہ ہنس کر بولیں۔

''بیٹا، میرے ساتھ تو ان کا پرسنالٹی کلیش شادی کے ایک ہفتے بعد ہی ان کے موٹے بیٹے کی وجہ سے شروع ہو گیا تھا......'' چچی کی آنکھیں شرارت سے جگمگا رہی تھیں۔ ان کی بات پر جنید بری طرح چونکا اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

''جانے دیں چچی، ریشماں پھپو کا بیٹا تو آپ کی شادی پر کوئی چھ سات سال کا ہوگا۔ اتنے سے بچے کے ساتھ کیا بیر رکھنا۔'' جنید نے بے یقینی سے چچی کو دیکھا جو ناگواری سے سر جھٹکتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''جب تمہاری شادی کے بعد میں بڑی یا منجھلی کا کوئی سات سال کا بچہ ہنی مون پر زبردستی تمہارے ساتھ بھجواؤں گی تو تب میں دیکھوں گی کہ کیسے تمہارے اپنی بہنوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رہتے ہیں......'' چچی کے زخموں کے سارے ٹانکے ایک ساتھ اُدھڑے تھے۔

''سچ بتائیں چچی......؟'' اس بار وہ اس کا حیران چہرہ دیکھ کر برا ماننے کے بجائے ہنس پڑیں۔

''یقین کرو ریشماں آپا کی یہ حرکت مجھے آج تک نہیں بھولتی، اپنے سب سے بڑے بیٹے وحید مراد کو زبردستی ہمارے ساتھ بھیج کر سارے ہنی مون کا ستیا ناس مار دیا اس موٹے کدو نے......'' مارے کوفت کے ان سے بات بھی مکمل نہیں ہوئی۔

''ہیں واقعی......؟'' وہ اس خاندانی راز کے

افشا ہونے پر حقیقت میں حیران ہوا تھا۔ ایک بے ساختہ مسکراہٹ اور روشن آنکھیں اس کی شخصیت کا خاصہ تھیں۔ اپنی سلجھی ہوئی طبیعت کی وجہ سے وہ چچی کا لاڈلا تھا۔

''لو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے جھوٹ بولنے کی......'' وہ نروٹھے پن سے بولیں۔ ''ایسا گھاک بچہ تھا، ہر جگہ ہمارے درمیان گھس کر بیٹھتا تھا۔ رات کو اسے ماموں کے بغیر نیند نہیں آتی تھی۔ جہاں تمہارے چچا گھما پھرا کر کوئی ڈائیلاگ بولنے کی کوشش کرتے وہیں موٹے کدو کو بھوک لگ جاتی تھی۔ بیڑا غرق کر دیا تھا اس نے سارے ٹرپ کا، میں نے اتنی شاپنگ نہیں کی جتنے صاحبزادے نے گیند بلے اور الم غلم خرید لیا تھا۔ جہاں کسی چیز سے منع کرتے وہیں مری کی مال روڈ پر ایسا باجا بجاتا کہ آدھی دنیا غصے سے ہمیں گھورنے لگتی۔'' چچی کی دکھتی رگ آج پھر جاگ اٹھی تھی۔

''ایک منہ پھٹ خاتون نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ماں کو تو اپنے ہار سنگار کی پڑی ہے بچے کی پروا ہی نہیں۔ اندازہ کرو۔'' چچی کے انداز میں ایک مخصوص قسم کی شرارت بھری سنجیدگی رچی ہوئی تھی۔ وہ اپنی زندگی کا انتہائی سنگین واقعہ اس انداز سے سنا رہی تھیں کہ جنید کے لیے اپنے قہقہے کو دبانا انتہائی دشوار ہو رہا تھا۔

''بیٹا دوسروں کی اس قسم کی داستان سن کر دانت نکالنا دنیا کا آسان ترین کام ہے۔ جب اپنے ساتھ بیتتی ہے، پتا تب ہی چلتا ہے......'' چچی منہ پر ہاتھ پھیر کر باقاعدہ تپ کر بولی تھیں۔ وہ ان کی بات پہ بے ساختہ ہنس دیا۔

''جنید بھائی خیر ہے ناں، بڑے قہقہے لگ رہے ہیں......'' ریشماں پھپو کا موٹا کدو اب خود بھی ایک اچھے خاصے صحت مند بچے کا باپ بن گیا تھا۔ آج کل اس کی بیگم ناراض ہو کر میکے گئی ہوئی تھی۔ سننے میں آیا تھا کہ اپنے بیٹے کے ہنی مون میں تو ریشماں پھپو خود ساتھ گئی تھیں تب سے ان کے اپنی بہو کے ساتھ بھی حالات سخت کشیدہ تھے۔

''آ جاؤ، خیر سے تمہارا ہی ذکرِ خیر ہو رہا تھا......'' چچی کی پیشانی پر کئی سلوٹیں ایک ساتھ ابھر آئی تھیں۔ جبکہ وحید مراد صاحب حقیقت میں ایک کرسی کھینچ کر ان کے درمیان آن بیٹھے تھے۔ جنید نے بوکھلا کر چچی کا انتہائی بیزار چہرہ دیکھا تھا۔

''بھئی وحید، تم ذرا اپنی چھوٹی ممانی سے حال احوال پوچھو، میں ذرا کچن میں جھانک کر آتا ہوں، سخت بھوک لگ رہی ہے......'' جنید کو اپنے اس کزن سے سخت گھبراہٹ ہوتی تھی جس کی گفتگو کا مرکز صرف ہندوستانی فلمیں اور ایکٹریسز تھیں جبکہ جنید کو اس موضوع سے سخت چڑ ہوتی تھی۔

''ارے کیوں، اس بے چارے کو میرے پاس بٹھا رہے ہو، اس کی اماں نے دیکھ لیا تو ان کو مرگی کا دورہ پڑ جائے گا......'' چچی ہنستے ہنستے اکثر کام کی اور سچی باتیں کہہ جاتی تھیں۔ ان کی بات پر وحید صاحب کھسیا کر ہنسنے لگے اور وہ چپکے سے وہاں سے کھسک آیا۔

وہ اپنی کزنز سے بچتا بچاتا کچن تک پہنچا تو وہاں رکھی چھوٹی میز اور تین کرسیوں میں سے ایک پر بڑی آپا کے شوہر جلال بھائی کو دیکھ کر اس کا سارا موڈ غارت ہو گیا تھا۔ اس نے بہ مشکل چہرے پر ایک زبردستی کی مسکراہٹ سجا کر انہیں دیکھا جو اپنے سامنے مٹن قورمے کی پلیٹ کی ایک پہاڑی سی بنائے بیٹھے تھے۔

''آؤ آؤ اکلوتے سالے صاحب، کبھی اپنے سب سے بڑے بہنوئی کو بھی لفٹ کروا دیا کرو، ویسے تو تمہارا سارا خاندان ہی خیر سے ملنے جلنے کے معاملے میں روکھا سا ہے۔ ہمیں تو خیر کبھی دامادوں والا پروٹوکول ملا ہی نہیں۔ ہم ہی تمہیں پوچھ لیتے ہیں......'' جلال بھائی جو صبح شام اکثر بغیر ہی کسی وجہ

کے ''جلال'' میں رہتے تھے جس کی وجہ سے سارا ہی خاندان ان سے بیزار تھا۔ انہیں اپنے سامنے دیکھ کر جنید نے بڑی مشکل سے کڑوا گھونٹ بھرا تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے جلال بھائی، آپ کو پتا تو ہے کہ شادی والا گھر ہے اور میں تین بہنوں کا اکلوتا بھائی، ساری ذمے داری میرے سر پر ہے.....'' اس نے زبردستی مسکراتے ہوئے وضاحت دی اور فریج کھول کے اندر جھانکا۔ کچھ بھی کھانے کو موجود نہیں تھا۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے جلال بھائی کے سامنے رکھا بوٹیوں کا طوفان اور آخری بچے کھچے کباب دیکھے۔

''مطلب کیا ہے تمہارا.....؟ تم گویا بالواسطہ مجھے یہ جتانا چاہ رہے ہو کہ میں اس ذمے داری میں ہاتھ نہیں بٹا رہا.....'' وہ غصے سے باقاعدہ چیخے تھے۔ ہمیشہ کی طرح انہوں نے بات سے اپنی مرضی کا مفہوم اخذ کیا تھا۔ کچھ ابھی ابھی کچن میں داخل ہوتی بیگم کو دیکھ کر ہاتھ میں پکڑا نان بھی پلیٹ میں پٹخ دیا تھا۔ جنید ان کے اندر کے جلالی بابا کو جاگتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔

''جلال بھائی میں نے ایسا کب کہا، میں تو صرف اپنی مصروفیت کے بارے میں بتا رہا تھا.....'' اس نے نرم لہجے میں صفائی دی لیکن جلال بھائی کے اندر کا جلالی بابا جب جاگ اٹھتا تھا تو وہ اپنے کان بند کر لیتے تھے اور ان کی صرف زبان چلتی تھی۔

بڑی آپا نے شکوہ کناں نظروں سے اپنے اکلوتے بھائی کو دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ دیکھا ناں پھر ان کو ناراض کر دیا۔ جبکہ وہ سخت تعجب سے ان کو گرجتے برستے سن رہا تھا۔ جو بات کا بتنگڑ بنانے میں کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔

''میں ہی بے غیرت ہوں جو پچھلے چار دن سے یہاں ڈیرے ڈال کر بے شرموں کی طرح بیٹھا ہوں ورنہ وہ منجھلی کا میاں بھی ہے ناں جو کسی کو جوتے کی نوک پر بھی نہیں رکھتا، دنیا دکھاوے کو بھی اس نے شادی والے گھر میں جھانک کر نہیں دیکھا.....'' انہوں نے منجھلی آپا کے شوہر کو بھی درمیان میں گھسیٹا جو پیدائشی مردم بیزار تھے۔

''کیا کر رہے ہیں آپ؟ دفع کریں ایسی باتوں کو، بچہ ہے، نا سمجھ ہے، اسے بات کرتے ہوئے پتا نہیں چلتا، آپ خواہ مخواہ اپنا بلڈ پریشر ہائی کر رہے ہیں.....'' بڑی آپا نے فوراً فریج سے ایک ٹھنڈی ٹھار کوک نکال کر گلاس میں ڈال کر اپنے مجازی خدا کو پکڑائی۔ جو خونخوار نظروں سے جنید کو دیکھ رہے تھے۔

''یہ بچہ ہے.....؟'' جلال بھائی نے طنزیہ نظروں سے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ ''اس کی عمر میں، میں ایک بچے کا باپ بن گیا تھا۔''

''آپ ایک بچے کے باپ اس لیے بن گئے تھے کیونکہ آپ کی اس عمر میں شادی ہو گئی تھی.....'' اس نے یہ جواب اپنے دل میں ہی دیا تھا ورنہ یہاں تیسری جنگِ عظیم شروع ہو چکی ہوتی۔ اس نے خاموشی سے فریج سے جیم نکالا اور ڈبل روٹی کے سلائس پر لگا کر کھانے لگا۔

''ارے جنید، یہ ڈبل روٹی کیوں کھا رہے ہو میں روٹی بنا دیتی ہوں.....'' بڑی آپا کی بہنوں والی محبت نے ایک دم ہی جوش مارا تھا۔ کچھ اپنے اکلوتے بھائی کو دن رات اکیلے کام میں جتے دیکھ کر ان کا دل تو خوب کڑھتا تھا لیکن بدمزاج میاں سے کچھ کہنا اپنی شامت خود بلوانے کے مترادف تھا۔ میاں صاحب کے مزاج کا پارا ویسے بھی اونچا ہی رہتا تھا۔ وہ بھی ناراض ہونے کے لیے بہانے ڈھونڈا کرتے۔

''ہاں بھئی، پکوا لو اپنی بہن صاحبہ سے روٹی.....'' جلال بھائی نے طنزیہ لہجے میں مزید کہا..... ''ہم سے اچھے تو بھائی صاحب ہی ہیں جن کے لیے تازہ روٹی کی آفر ہو رہی ہے ورنہ ہمیں تو

تندور کی روٹیوں پر ٹرخایا جا رہا ہے۔'' انہوں نے ایک لمبی ڈکار لے کر ایک دفعہ پھر کوک سے گلاس بھرا۔ جنید نے بڑی سرعت سے ڈبل روٹی کے سلائس پر جیم لگایا اور بڑے بڑے نوالے لے کر باقاعدہ اسے نگلا تھا اور اوپر سے پانی کا ایک گلاس پی کر اپنے بازو کی پشت سے منہ صاف کیا اور جلال بھائی کی طرف دوستانہ انداز سے دیکھا جن کے جلال کا پارا اب قدرے نیچے تھا۔

''جلال بھائی آپ فارغ ہو جائیں تو ایک چکر فرنیچر کی دکان کا بھی لگا آتے ہیں۔ چھوٹی نے ایک دو تبدیلیاں کروائی تھیں... وہ بھی چیک ہو جائیں گی۔'' جنید کے متحمل انداز پر جلال بھائی نے قدرے ٹیڑھی نظروں سے اپنے اکلوتے سالے کو اپنے سامنے مؤدبانہ انداز میں کھڑے دیکھا جبکہ بڑی آپا چائے کا پانی چولھے پر رکھ کر باقاعدہ انہیں آنکھوں کے اشارے سے ساتھ چلنے کی درخواست کر رہی تھیں جبکہ جلال بھائی پر خمارِ گندم غالب آ رہا تھا۔

''بھئی میں تو کرتا ہوں سیدھی بات......'' جنید نے اس سیدھی بات کرنے والے انتہائی ٹیڑھے بندے کو بڑے تحمل سے دیکھا تھا۔ ''تم ایسا کرو کہ منجھلی کے میاں کو ساتھ لے جاؤ۔ اس کی بھی تو کوئی ذمے داری بنتی ہے ناں۔ مجھے فرنیچر کی پہچان کہاں......'' ان کے انتہائی روکھے انداز پر آپا کو ایک دم ہی غصہ آیا تھا۔

''آپ اور منجھلی کا میاں ایک دوسرے پر ذمے داریوں کی گٹھریاں نہ پھینکیں۔ جہاں اس نے اتنا کام خود کیا ہے۔ باقی بھی کر لے گا۔'' آپا نے اشتعال سے پتی کا ڈبا شیلف پر پٹخا تھا۔ ان کے اس انداز پر جلال بھائی تھوڑا سا کھسیا سے گئے۔

''جنید تم ریشماں پھپو کے بیٹے وحید مراد کو لے جاؤ، ٹی وی والے کمرے میں عامر خان کی فلم تلاش کوئی چوتھی دفعہ دیکھ رہا ہے......'' آپا بھی آخر جلال صاحب کی جلالی بیگم بن چکی تھیں اور وہ بیٹوں کی پیدائش کے بعد ان کے اندر بھی کسی ہٹلر کی روح سما گئی تھی اب تو کبھی کبھار جلال بھائی بھی ان سے دبنے لگتے تھے۔

''ہونہہ......وہ موٹا آلو......اسے کہاں فرنیچر کا پتا، وہ تو ابھی تک اپنی اماں کی انگلی پکڑ کر چلتا ہے۔ کہیں سے بھی ایک بچے کا باپ نہیں لگتا......'' جلال بھائی نے گرما گرم چائے کپوں میں انڈیلتی آپا کو دیکھ کر بیزاری سے کہا تھا۔

''خیر لگتے تو آپ بھی کہیں سے دو بچوں کے باپ نہیں ہیں......'' بڑی آپا ٹرے لے کر ان کے پاس لمحے بھر کو رکیں۔ ''اپنی حرکتوں کی وجہ سے......'' اپنی بات کہہ کر وہ تیر کی طرح باورچی خانے سے نکلیں جبکہ جلال بھائی جو چائے پینے والا منہ بنا کر

بیٹھے تھے۔اپنی بیگم کی اکلوتے بھائی کے سامنے اس قدر بے مروتی پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔بے عزتی کے احساس سے ان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''اوہ میرا خیال ہے کہ آپا، آپ کو چائے دینا بھول گئیں، میں ذرا دیکھتا ہوں انہیں......'' جنید بھی اپنی بات کہہ کر کسی توپ کے گولے کی طرح وہاں سے نکلا تھا۔باہر نکلتے ہی وہ پاگلوں کی طرح ہنسا۔ سامنے ہی بڑی آپا بھی چائے کا آخری کپ ہاتھ میں پکڑے وحید مراد کے ساتھ عامر خان کی فلم سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔وہ بھی خاموشی سے ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''یہ لو چائے پیو، جلال کے سامنے میں نے تمہیں اس لیے نہیں دی کہ وہ پھر زیادہ ہی جلال میں آ جائیں گے۔'' بڑی آپا ہنستے ہوئے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں وہ بھی آپا کی اس ادا پر ہنس پڑا تھا۔

☆☆☆

''اے نوری، مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ فریدہ بھابی کی کالی پیلی بیٹیوں کے رشتے اتنی جلدی کیسے ہو گئے......؟'' ریشماں آپا نے رَسک چائے کے کپ میں ڈبو کر کھاتے ہوئے قدرے آہستگی سے کہا تھا۔ اس وقت مطلع صاف تھا۔گھر میں موجود قوم شاپنگ کے لیے جامعہ کلاتھ نکلی ہوئی تھی۔

''آئے ہائے آپا، اب وہ اتنی بھی کالی پیلی نہیں، ٹھیک ہے کہ بچیوں کے رنگ کچھ سانولے ہیں مگر تینوں کی تینوں ماں کی طرح سگھڑ اور سلیقہ شعار ہیں۔'' اپنی بہن کی بات پر انہوں نے سخت بدمزہ ہو کر انہیں دیکھا جن کی بے وقوفی اور سادہ لوحی پر انہیں کبھی شبہ نہیں ہوا تھا۔

''اے آج کل کے دور میں کون سلیقہ ولیقہ دیکھتا ہے۔ساری دنیا تو ٹی وی پر لڑکیوں کے لشکارے دیکھ دیکھ کر اندھی ہوئی پڑی ہے۔''

ریشماں آپا نے رَسک دانتوں تلے ایسے چبایا جیسے اپنی چھوٹی بہن کو چبا رہی ہوں۔

''خیر آپا......اب اتنی بھی قوم اندھی نہیں ہوئی پڑی۔وہ جو بڑی کے سسرال والے ہیں دیکھا نہیں کم بخت کیسے لائٹیں مارتے پھرتے ہیں۔پھر بھی شازیہ کو پسند کر کے لے گئے۔اس کی ساس اٹھتے بیٹھتے اپنی بہو کو دعائیں دیتی ہے۔'' نور جہاں خود دل کی صاف تھیں اس لیے اپنی بڑی بہن سے ان کی کم کم ہی بنتی تھی۔

''وہ تو اس لیے تعریفیں کرتی پھرتی ہے کہ اس کے جن جیسے بیٹے کو قابو جو کر لیا ہے ورنہ سچ کہوں اس کم بخت جلال کے ساتھ رہنا کوئی آسان کام ہے۔سانڈ بنا پھرتا ہے۔مجال ہے کہ کسی کا لحاظ کر لے......'' ریشماں آپا کو اپنی بھابی کا یہ داماد سخت ناپسند تھا کچھ منجھلی کی شادی پر ان کا ایک معرکہ اس کے ساتھ بھی ہو چکا تھا جب اس نے شادی کے کھانے میں کمی کی وجہ سے ان کے میاں کے لیے کھانا سکھر بھجوانے سے انکار کر دیا تھا۔تب سے ریشماں نے اسے کھلم کھلا اپنے دشمنوں کی فہرست میں شامل کر لیا تھا۔

''اللہ معاف کرے۔ہے تو وہ واقعی کسی دیو کی طرح......'' نور جہاں نے بھی اپنی چھوٹی بیٹی کے لہنگے پر ستارے ٹانکتے ہوئے ...... جلال کے ڈیل ڈول پر طنز کیا۔ان کی اس بات پر ریشماں آپا کے چہرے کے تاثرات کچھ تبدیل ہوئے تھے۔

''وہ دیو ہے تو شازیہ بھی کون سا حور پری ہے۔ہے تو ہماری بھتیجی مگر افسوس.... ہمارے بھائی کے سارے ہی بچے اپنی ماں پر چلے گئے۔نہ رنگ، نہ نین نقش، نہ کوئی خوب صورتی۔اماں نے بھی تو بھابی کا صرف نام ہی نام دیکھا......'' ریشماں آپا کو اپنے خاندانی حسن کا خاصا زعم تھا۔جس کا اظہار ان کی اکثر باتوں سے جھلکتا تھا۔

''رہنے دو آپا، حُسن کو کیا چاٹنا ہے......'' نور جہاں نے ناک سے مکھی اڑائی۔''مسرت بھابی کی دفعہ تو اماں نے نام کے ساتھ ساتھ شکل صورت بھی دیکھی لیکن مسرت بھابی ان کی زبان کے کانٹے دیکھے ہیں۔مجال ہے کہ کسی کو اپنے گھر میں گھسنے دیں۔''

''اے مسرت کا تو میرے سامنے نام بھی نہ لیا کرو، زہر لگتی ہے مجھے وہ آٹے کی بوری......'' انہوں نے غصے سے کوئی پانچواں رسک لفافے سے نکال کر چائے کی پیالی میں ڈبویا تھا۔

''یہ تو بڑی بھابی کی ہی عظمت ہے کہ میاں کے مرنے کے بعد بھی ہم بہنوں کو عید، شبِ برات پر یاد رکھتی ہیں اور مجال ہے کہ کبھی ماتھے پر ایک بل بھی لے کر آئی ہوں۔'' نور جہاں کی سچ بولنے کی عادت کم از کم ان کی بڑی بہن کو سخت ناپسند تھی۔

''اے نوری تو کتنی بے وقوف ہے۔یہ بھابی کی اچھائی نہیں ہماری اماں کا ڈنڈا ہے جن کے ڈر سے وہ ہمیں کچھ نہیں کہتیں۔'' ریشماں آپا کی بدگمانی کی کوئی آخری حد نہیں تھی۔وہ اب پیالی منہ سے لگائے بچی کھچی چائے سُڑک سُڑک کر کے پینے میں مگن تھیں۔

''لو اماں کا ڈنڈا کہاں سے آ گیا۔اماں کے پاس کون سی جائیداد یا کوئی روپیہ پیسہ ہے۔یہ گھر بھائی نے خود اپنے پیسوں سے بنوایا۔ہم سب بہنوں کی شادیاں خود کما کر کیں۔اب ان کا بیٹا ماشاء اللہ ذمے داری سے سارا کاروبار سنبھالے پھر رہا ہے۔بھابی کو کون سا کسی کی محتاجی ہے جو کسی سے دب کر رہیں۔'' نور جہاں کی بات کا ان کی بہن نے ٹھیک ٹھاک برا مانا تھا۔تبھی وہ ناک چڑھا کر تپ کر بولیں۔

''اے تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔وہ کم بخت عابدہ پروین نہ جانے کہاں مر گئی۔کہا بھی تھا کہ اپنے سسرالیوں کی جیل سے جلد نکل آنا لیکن وہ بھی اتنی ست ہے کہ عین ٹائم پر اسے سارے کام سوجھتے ہیں اب کپڑوں کا ڈھیر لے کر اپنی درزن کے ہاں جا کر بیٹھی ہو گی۔'' ریشماں آپا کو اپنی سب سے چھوٹی بہن پر بیٹھے بٹھائے غصہ آ گیا تھا۔

''آ رہی ہے اپنی پوری بارات کے ساتھ، شام تک پہنچ جائے گی......'' نور جہاں نے دانتوں سے دھاگا توڑتے ہوئے انہیں اطلاع دی۔

''خدانخواستہ اپنی نندوں کو تو ساتھ نہیں لے کر آ رہی۔ایسی جاہل اور نادان قسم کی یہ ہماری بہن ہے اور دنیا کی واحد بہو ہو گی جسے ہر جگہ اپنی سسرال کی نمائش کرنے کا ہوکا پڑا رہتا ہے......'' ریشماں آپا کی بات پر نور جہاں نے جلدی سے ان کی بات کاٹی۔

''قسم سے آپا ٹھیک کہا آپ نے، اس کی ایک نند اور جیٹھانی اپنے بیٹے سمیت ساتھ ہے......'' نور جہاں کے چہرے پر دبی دبی سی مسکراہٹ تھی۔

''لو کر لو بات۔اس کا تو اس دفعہ میں دماغ درست کروں گی۔ہزار دفعہ سمجھایا ہے کہ یہ سسرالی وفد لے کر خیر سگالی کے دورے پر کم از کم اپنے میکے نہ آیا کر، بندے نے واپس جا کر اپنی سسرال میں ہزار جھوٹ بولنے ہوتے ہیں مگر اس کو عقل پتا نہیں کب آئے گی......'' ان کے لہجے کی کڑواہٹ اور بڑھی تھی۔

''آئے ہائے وہ دھواں چھوڑنے والا انجن تو ساتھ نہیں آ رہا ناں......؟'' ریشماں آپا کو بھی ابھی اپنے بہنوئی کا خیال آیا تو ان کا دل دہل اٹھا۔انہیں اپنے اس بہنوئی کی ہر وقت سگریٹ نوشی سے سخت چڑ تھی۔انہوں نے تو اسے اندرونِ خانہ دھواں چھوڑنے والا انجن کا خطاب دے رکھا تھا۔ان کے ماتھے کی شکنوں میں ایک دم ہی اضافہ ہو گیا تھا۔

''نہیں، وہ تو ساتھ نہیں ہیں ان کی بہن اور بھابی جو آ رہی ہیں شرکت کے لیے......'' نور جہاں نے ایک ستارہ اپنی بیٹی کی قمیص پر ٹانکتے ہوئے اپنی

بہن کو دن میں تارے دکھائے تھے۔ جبکہ آپا کا موڈ اب ٹھیک ٹھاک خراب ہو چکا تھا۔

''آپا، کچھ پتا ہے......'' نور جہاں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے قدرے آہستگی سے اپنی بہن کو مخاطب کیا جو کہ چائے پینے کے بعد اب مالٹوں کی ٹوکری اٹھا کر لے آئی تھیں گھر میں خاصا سکون تھا۔ دونوں بہنیں برآمدے میں رکھے تخت پر بیٹھی موسم سرما کی دھوپ سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ باتوں میں مگن تھیں۔ ان کی تینوں بیٹیاں بھی چھوٹی کے ساتھ قریبی پارلر میں فیشل کروانے گئی ہوئی تھیں۔ کل مایوں کی تقریب تھی اس لیے ہر کوئی مصروف تھا۔

''کیا کوئی خاص بات ہے......؟'' ریشماں آپا نے مالٹے والی ٹوکری پیچھے کر کے اپنے کان بہن کے قریب کیے جبکہ نور جہاں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر آہستگی سے کہا۔

''آپ کو پتا ہے کہ فریدہ بھابی اپنے جنید کے لیے رشتہ ڈھونڈتی پھر رہی ہیں۔ آپ کہیں تو میں آپ کی نجل کے لیے بات کروں......'' بہن کی بات پر انہیں کرنٹ لگا۔ مارے کوفت کے تو وہ کچھ لمحوں کے لیے بول ہی نہیں سکیں۔ ان کے چہرے کے تاثرات سے ان کی ناگواری کا اندازہ ہو رہا تھا۔

''اے نور جہاں تیرا دماغ تو نہیں چل گیا۔ تو میری بیٹیوں کی ماسی ہے یا دشمن؟ میری شہزادیوں جیسی بیٹی کے لیے وہ کالا تیتر ہی رہ گیا ہے۔ سوکھا سڑا، کھمبے جتنا تو اس کا قد ہے۔ تم کوئی جوڑ بھی تو دیکھو اس کا۔'' ریشماں آپا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس آفر پر اپنی بہن کا سر ہی توڑ ڈالیں۔ جبکہ ان کی بات پر نور جہاں نے سخت تاسف بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔

''آپا بیٹیوں کی ماؤں پر اتنے نخرے نہیں سجتے، تمہاری نجل بائیس سال کی ہونے والی ہے اس عمر میں بڑی شازیہ ایک بیٹے کی ماں بن چکی تھی اور جنید میں کیا کمی ہے۔ ماشاء اللہ پڑھا لکھا، برسرِ روزگار، شریف اور سب سے بڑی بات کہ اپنے خاندان کا بچہ ہے۔''

''اے تم سنبھال کے رکھو اپنا یہ خاندان کا بچہ، میری بیٹیاں کیا فالتو ہیں جوان کالے پیلوں کو اٹھا کر دے دوں۔ اب بندہ ساتھ کھڑا اچھا بھی نہ لگے تو ایسے ''بر'' کا کیا اچار ڈالنا ہے......'' انہوں نے غصے سے مالٹا چھیلا تھا۔

''آپا اتنا غرور اچھا نہیں ہوتا۔ جنید تو اتنا پیارا اور مؤدب بچہ ہے اوپر سے بھابی نے اس کی اتنی اچھی تربیت کی ہے۔ ایم بی اے کر کے اپنے باپ کا سارا کاروبار ذمے داری سے سنبھال رکھا ہے۔ یہ گھر، شہر کے مشہور پلازے میں کروڑوں کی اتنی بڑی دکان اور پلاٹ تک اس کے نام ہے اوپر سے سسرال میں میدان بھی صاف ہے......نہ ساس کوئی تیز طرار، نہ نندوں کا جھنجٹ، سب اپنے اپنے گھروں کی۔'' نور جہاں کو اپنی بہن کی ذہنیت پر دلی افسوس ہوا۔

''رہنے دو بابا، یہ ساری خوبیاں۔ جب بندہ ساتھ چلتا ہوا بھی اچھا نہ لگے تو ان دکانوں، پلاٹوں کا کیا کرنا ہے، چیری بلاسم کی ڈبی لگتا ہے، اتنا رنگ کالا ہے اس کا......'' وہ جھنجلا کر ایک اور مالٹے پر ہاتھ صاف کر رہی تھیں۔

''اب اتنا بھی کالا نہیں جتنی آپ دہائی دے رہی ہیں......'' نور جہاں کی برہمی فطری تھی۔ ''چھ فٹ قد ہے ماشاء اللہ، نین نقش بھی کوئی اتنے ماڑے نہیں، پھر مردوں کی رنگت کون دیکھتا ہے۔'' انہوں نے غصے سے مالٹوں سے بھری ٹوکری اٹھا کر تخت کے نیچے کر دی تھی۔

''تم ساری باتوں کو چھوڑو نوری، یہ بتاؤ کہ کہاں میری نجل، یہ پانچ فٹ پانچ انچ قد، ہاتھ لگانے سے میلی ہونے والی، کیا کھڑے نین نقش، سچ مچ کی شہزادی لگتی ہے شہزادی......'' ان کے طنزیہ انداز پر نور جہاں کے چہرے کی مسکراہٹ میں طنز کی آمیزش شامل ہوئی تھی۔

''اے آپا، برا نہ منانا، پورے تین سال سے نجل سے ایک بی۔ اے تو پاس نہیں ہو رہا۔ اوپر سے ڈھنگ سے ایک آملیٹ تک تو اسے بنانا آتا نہیں، سارا دن بس شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر ماڈلنگ جتنی مرضی کروا لو اس سے......'' نور جہاں نے انہیں دن دیہاڑے آئینہ دکھا کر تخت کے نیچے سے پھلوں والی ٹوکری نکال لی اور اپنی بہن کے ہکا بکا چہرے سے دانستہ نظر ہٹا کر سب سے موٹا والا مالٹا چھیلنے لگی۔

''اے نوری تو میری بہن ہے یا دشمن......؟'' انہوں نے سخت خفگی سے اسے بے نیازی سے مالٹے کھاتے دیکھ کر کہا تھا۔

''بہن ہوں تو مخلصانہ مشورہ دے رہی تھی ورنہ مجھے بتاؤ آپا کہ مسرت بھابی کے تین اونچے لمبے... خوب صورت، گبرو جوان لیکن نکمے بیٹوں کو تو تم اپنی بیٹیوں کے رشتے دینے کو تیار ہو گئی تھیں۔ جن میں کوئی بھی کام کا نہیں۔ بڑا والا شرجیل ایف اے میں دوسری دفعہ فیل ہوا تو غلام علی بھائی نے اسے دبئی بھجوا دیا۔ اس کے پیچھے نجل پاگل تھی اور بھابی نے رشتہ لینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ دوسرا زبان کا اتنا میٹھا لیکن گن اس میں ایک بھی نہیں تھا۔ آج کل جنید کے اسٹور پر سیلز مین بن کے کھڑا ہوتا ہے اور آئے دن عاشقی معشوقی کے اس کے قصے سننے کو ملتے ہیں۔ آپا کوئی ہوش کے ناخن لو۔ اپنی بیٹیوں کے ساتھ دشمنی نہ کرو......'' نور جہاں نے بڑی ٹھونک بجا کر اپنی بڑی بہن کی ٹھیک ٹھاک کلاس لی تھی۔ پورے برآمدے میں بڑا اعصاب شکن سا سناٹا پھیلا تھا۔

''پھپھو یہ سب لوگ کہاں ہیں؟ کیا آج ناشتا بھی نہیں ملے گا......؟'' جنید جمائیاں لیتا ہوا اچانک ہی اندر سے نکلا تھا۔ دونوں بہنوں کی رنگت فق ہوئی تھی وہ دونوں تو اپنے تئیں میدان صاف سمجھ کر بلند آواز میں اظہارِ رائے کر رہی تھیں۔ دونوں نے کن انکھیوں سے اس کے سادہ سے چہرے کو بغور دیکھا۔

''آج تو ریشماں پھپھو کے ہاتھ کا بل دار پراٹھا کھانے کو دل کر رہا ہے۔ یاد ہے پھپھو کہ ابا آپ کے ہاتھ کے چینی کے پراٹھے کتنے شوق سے کھاتے تھے......'' وہ وہیں تخت پر ڈھیر ہوا تھا۔ کسی بت کی طرح ساکت ریشماں کے دل میں مرحوم بھائی کی محبت نے اچانک ہی انگڑائی لی تھی کچھ وہ بہن کی باتوں کی وجہ سے رنجیدہ تھیں اس لیے آنکھوں میں آنسو لانے کے لیے کوئی محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔

''اے بیٹا میں صدقے جاؤں ابھی بنا کر لاتی ہوں......'' وہ خود بھی اس منظر سے غائب ہونا چاہتی تھیں۔ اس لیے فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں جبکہ چھوٹی پھپھو جانچتی ہوئی نظروں سے بھتیجے کا چہرہ دیکھ رہی تھیں جس نے موسم سرما کی دھوپ سے بچنے کے لیے ان کی بیٹی کے لہنگے کا چھوٹا سا دوپٹا منہ پر ڈال لیا تھا۔ برآمدے میں رکھے اس وسیع و عریض پلنگ پر دھوپ بڑی بے تکلفی کے ساتھ آ رہی تھی۔ آج تو موسم میں زیادہ شدت بھی نہیں تھی۔

''تم آج جنرل اسٹور پر نہیں گئے......؟'' انہوں نے محبت سے اپنے اس بھتیجے کو دیکھا جو انہیں بہت پیارا تھا لیکن افسوس کہ ان کی صرف ایک بیٹی تھی جو سات سال کی تھی جبکہ اس سے بڑے تین بیٹے تھے۔

''پھپھو تھک گیا تھا، رات چھوٹی کے جہیز کا سامان اس کی سسرال میں پہنچاتے پہنچاتے رات کے بارہ بج گئے تھے پھر سخت تھکن کی وجہ سے نیند بھی بہت دیر سے آئی اس لیے شعیب کو چابی دے کر بھیج دیا تھا......'' اس نے سستی سے جمائی لیتے ہوئے مسرت چچی کے بیٹے کا بتایا جو اس کے ساتھ ہی کام سیکھ رہا تھا۔

''یہ شوبی کو کچھ عقل بھی آئی یا اب بھی غیر ذمے دار ہے، ہر وقت تو وہ موا موبائل کانوں سے

چپکائے پھرتا ہے......'' نور جہاں کی بات پر وہ بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

''پھپو عیش کرنے دیں اسے، اس بے چارے کی کون سی اتنی عمر ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تو چچا اسے کان سے پکڑ کر میرے پاس لے آئے تھے......''

''رہنے دو میاں ایسی طرف داری کرنے کو، تم نے اتنی ہی عمر میں بڑی کی شادی کتنی ذتے داری سے کی تھی۔ پورا خاندان دانتوں میں انگلیاں دبائے پھر رہا تھا۔'' انہوں نے یاد دلایا۔

''بھئی میرے ساتھ تو اس کا مقابلہ نہ کیا کریں، مجھے تو ابا کی بیماری اور تین بہنوں نے عمر سے پہلے ہی بڑا کر دیا تھا پھر میرا کون سا کوئی اور بھائی تھا۔ ہر بندے کو عیش اس کی قسمت سے ہی ملتا ہے اور کسی کی قسمت سے تو ہم نہیں لڑ سکتے ناں......'' وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر اٹھ بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں نیند کے خمار سے اب بھی سرخ تھیں۔

''واہ پھپو، اللہ آپ کو خوش رکھے......'' گرما گرم پراٹھا اور چائے کا کپ دیکھ کر اس کی ساری نیند بھک کر کے اُڑ گئی تھی۔ وہ اب سامنے صحن میں لگے واش بیسن کے سامنے کھڑا ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھو رہا تھا۔

''یہ جنید تو اب اچھا خاصا نہیں ہو گیا نوری......'' انہوں نے ناشتے کی ٹرے تخت پر رکھتے ہوئے اپنی چھوٹی بہن کے کانوں میں سرگوشی کی۔

''وہ تو شروع سے ہی اچھا خاصا تھا بس آپ کی قریب کی نظر خاصی خراب تھی......'' نور جہاں خواہ مخواہ ہی ہنسی تھیں۔

''تمہاری زبان کی دھار کچھ زیادہ نہیں چلنے لگی......'' انہوں نے ٹیڑھی نظروں سے اپنی بہن کا جائزہ لیا جو جنید کے لیے لایا گیا ناشتا بے تکلفی سے شروع کر چکی تھیں۔

☆☆☆

''لک ٹوئنٹی ایٹ کڑی دا، فورٹی سیون ویٹ کُڑی دا......'' مسرت چچی کا بیٹا شوبی اپنی ماں کی خصوصی فرمائش پر اس گانے کی سی ڈی لے کر آیا تھا۔ بلیک پینٹ پر میرون شرٹ پہنے وہ خاصا نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ ریشماں پھپو کی کومل اسے دیکھتے ہی لپک کر آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں دمکنے والے ستاروں کو مسرت چچی نے بطورِ خاص نوٹ کیا تھا۔

''بھئی کومل اٹھو بیٹا، اپنے بھائی کے لیے زبردست قسم کی الائچی والی چائے بنا کر لاؤ، اس چائے میں چار کپوں کا اور اضافہ کر لینا، قسم سے طبیعت بہت بیزار سی ہو رہی ہے۔'' مسرت چچی نے سستی سے انگڑائی لیتے ہوئے اپنی بڑی نند کی سب سے چھوٹی بیٹی کو منظرِ عام سے ہٹایا تھا۔

''اور یہ تم کہاں اپنی تشریف کا ٹوکرا لے کر جا رہے ہو، جنید کے ساتھ جا کر پھولوں والی دکان پر گجروں کا آرڈر دے کر آؤ......'' انہوں نے اپنے بیٹے کو کومل کے پیچھے جاتے دیکھ کر کامیابی سے چھاپا مارا تھا۔ شعیب کے چہرے پر آئی کھسیانی مسکراہٹ کو ان تینوں بہنوں نے بڑے مزے سے دیکھا تھا۔ بڑی اور منجھلی اس وقت ابٹن کا پیالہ درمیان میں رکھے چھوٹی کے بازوؤں پر مل رہی تھیں۔

''اور سیدھے جنید کے پاس ہی جانا، کچن میں بریک لگانے کی ضرورت نہیں، ورنہ اس شادی والے گھر میں ہی تمہارے ابا ایسا اسٹار پلس ڈراما لگائیں گے کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔'' چچی کی اس دھمکی پر وہ غصے سے مڑا۔

''میں تو سیدھا جنید بھائی کے پاس ہی جاؤں گا لیکن آپ خدا کے واسطے اس لک ٹوئنٹی ایٹ کڑی دا گانے پر اپنے فن کا مظاہرہ مت کیجیے گا۔ آپ کے وزن کے بوجھ سے زمین سے کوئی چشمہ پھوٹ جائے گا......'' شعیب کے تلملا کر بولنے پر ان تینوں بہنوں کے منہ سے نکلنے والا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

''میری ساری اولاد ہی اپنے باپ کی طرح انتہائی زبان دراز اور دل میں بغض رکھنے والی ہے۔ مجھے پتا ہے کہ کس بات کا غصہ مجھ پر نکال رہا ہے۔'' چچی جو بے تکلفی سے صوفے پر نیم دراز تھیں اس کی بات پر تیر کی طرح اٹھ کر بولیں جبکہ ان بہنوں کی ہنسی تھی کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

''چچی اچھی خاصی تو ہے کومل شہزادی، آپ کو پتا نہیں کیوں پسند نہیں......'' منجھلی نے ابٹن ملتے ہوئے اپنی دوستوں جیسی چچی کو چھیڑا تھا۔

''یہ کومل شہزادی مجھے واقعی پسند آ جاتی اگر اس شہزادی کے فارم میں ماں کے نام والے خانے کے آگے ریشماں ملکہ کا نام نہ لکھا ہوتا......'' مسرت چچی کے لہجے میں شرارت کا رنگ نمایاں تھا وہ اپنی نند کی بیٹیوں کے ناموں کے آگے لگے شہزادی کے ''لاحقے'' کا کھلم کھلا مذاق اڑاتی تھیں۔

''جانے دیں چچی، کیوں دو دلوں کے درمیان ظالم سماج کا رول ادا کرتی ہیں۔ پہلے شرجیل مرتا تھا نجل شہزادی پر، اب شعیب آ گیا ہے میدان میں۔ یاد نہیں اٹھارہ سال کی عمر میں اس نے سارے خاندان میں اس کے لیے اسٹینڈ لے لیا تھا۔'' منجھلی کو اپنی شادی کا قصہ یاد آیا جس میں چچی اور ریشماں پھپو کا بڑا یادگار دنگل ہوا تھا۔ اس معرکے کے بعد چچی پورے خاندان میں کہتی تھیں کہ انہوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے بیٹے کو جادوگرنی کے چنگل سے نکالا ہے۔

''واہ منجھلی...... یہ بھی میری اولاد ہے اسے مجھ سے زیادہ کون جانتا ہوگا......'' چچی نے جوش سے ایک کشن اپنی گود میں رکھ لیا تھا۔ وہ چاروں اوپر والی منزل میں سب مہمانوں سے چھپ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ کل مہندی کا فنکشن ہونے کی وجہ سے گھر میں مہمانوں کی خوب آمد و رفت تھی۔

''کیوں چچی، کیا ہوا......؟'' چھوٹی نے تعجب

یہ پاکیزہ ہے

جیون کے راز بتاتا ہے
سندر خواب دکھاتا ہے
دلوں کو مہکاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

کچی عمر کی لڑکیوں کو
سیدھی راہ دکھاتا ہے
بھٹکنے سے بچاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

شوہر کا رتبہ اونچا ہے
خدا کے بعد لائق سجدہ ہے
بیوی کو بتلاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

بیوی خدا کا تحفہ ہے
تمہارے گھر کی ملکہ ہے
شوہر کو سمجھاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

ساس بھی ماں جیسی ہے
تمہارے شوہر کی جنت ہے
بہوؤں کو بتلاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

بہوؤں کو بیٹی مانو
اپنے بیٹے کی خوشی مانو
ساس کو یہ سمجھاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

اولاد خدا کی نعمت ہے
بچے رب کی رحمت ہے
ماؤں کو بتلاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

ماں باپ تمہاری جنت ہیں
تمہاری بخشش کا باعث ہیں
بچوں کو بتلاتا ہے
یہ پاکیزہ ہے

پاکیزہ ایک گلاب ہے
انجم انصار اس کی خوشبو ہے
ان دونوں کے ملنے سے
قارئین کا دل مہکتا ہے
ہاں یہ پاکیزہ ہے

شاعرہ، راحت وفا، بھاٹی گیٹ لاہور

سے ان کے چہرے پر پھیلی طنزیہ مسکراہٹ کو دیکھا۔

''کم بخت اپنی اچھی شکلوں کو کیش کرواتے پھرتے ہیں۔نکمے سارے جہاں کے اور ان کے ہار سنگار ہی ختم نہیں ہوتے ،اس شوبی کی ڈریسنگ ٹیبل پر اتنے لوشن اور کریمیں ہیں کہ ان کی ماں نے ساری زندگی نہیں لگائی ہوں گی۔نکمے کی آمدنی نہیں اور منٹ کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا ،میں خواہ مخواہ کسی کی بیٹی کی زندگی خراب کیوں کروں چاہے وہ میری جانی دشمن ریشماں صاحبہ کی کومل شہزادی ہی کیوں نہ ہو......'' چچی کے منہ سے نکلنے والی اس قدر سچ اور تلخ بات پر وہ تینوں ہکا بکا رہ گئی تھیں۔

''قسم سے چچی سچ بولنے پر اگر کوئی ایوارڈ ہوتا تو میں فوراً آپ کو دے دیتی اور دنیا کی پہلی ماں میں نے دیکھی ہے جسے اپنے ہینڈسم بیٹوں کی خوب صورتی سے کوئی سروکار نہیں اور وہ ہر جگہ انہیں اپنی ''فخریہ پیشکش'' بنا کر پیش نہیں کرتیں۔'' منجھلی کے ستائشی انداز پر چچی کے چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ ابھری۔

''بھئی سچ بات کہوں کہ اولاد میں کوئی گُن ہوں تو والدین اس پر فخر کرتے ہوئے بھی سجتے ہیں۔ اب میں نے ان تینوں کی خوب صورت شکلوں کا اچار تھوڑی ہی ڈالنا ہے۔تینوں ہی سارے جہاں کے نکمے اور کام چور،دن رات میرا کلیجا سڑاتے ہیں......'' چچی نے ابٹن کا پیالہ اپنے سامنے رکھا اور گولا سا بنانے لگیں۔

''بس کریں چچی، بے چارہ شرجیل اب اچھا خاصا سُدھر گیا ہے اور دن رات دبئی میں محنت کر رہا ہے پھر بھی آپ اس سے خوش نہیں ،کیسی ماں ہیں آپ......؟'' منجھلی کی بات پر انہوں نے بے ساختہ اپنا ماتھا چھوا تھا۔

''بھئی تمہیں پتا تو ہے کہ میں ہوں ایک وکھری ماں، ڈاڈی بہو، خبیث بھابی ،دوستوں کی دوست اور دشمنوں کی دشمن......'' چچی نے مزاحیہ انداز میں اپنا مذاق خود اڑاتے ہوئے اب ابٹن بڑی بے تکلفی سے اپنے منہ پر ملنا شروع کر دیا تھا۔

''خدا کا خوف کریں چچی۔آپ کو کیا ضرورت ہے۔اچھا خاصا گورا رنگ ہے آپ کا......'' شازیہ آپا نے انہیں ابٹن ملتے دیکھ کر ٹوکا تھا۔

''ہاں یونہی تو نہیں مجھے وہ ریشماں صاحبہ ''آٹے کی بوری'' کہتیں......'' وہ کھلکھلا کر ہنسیں تو تینوں نے خوشگوار حیرت سے ان کا چہرہ دیکھا جو ابٹن کے ساتھ خاصا مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔

''چچی آپ کو پتا ہے کہ وہ آپ کو آٹے کی بوری کہتی ہیں، آپ نے انہیں کچھ نہیں کہا؟'' چھوٹی کے چہرے پر بڑی خوشگوار سی حیرت تھی۔اپنے تئیں وہ تینوں یہی سمجھتی رہیں کہ چچی اس بات سے بے خبر ہیں اور انہوں نے بھی ان کی دل آزاری کے خوف کی وجہ سے نہیں بتایا تھا۔

''لو میں کیوں انہیں کچھ کہوں، یاد نہیں میں نے بھی ان کا نام کسی زمانے میں ''ڈولی باندرا'' رکھا ہوا تھا۔اور وہ اس بات سے واقف بھی تھیں جب انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا تو میں کیوں کم ظرفوں کی طرح ان سے اس بات پر دنگا کرنے بیٹھ جاتی......'' چچی خاصی زندہ دل خاتون تھیں اس کا تو سارے خاندان کو اندازہ تھا لیکن وہ اس قدر وسیع ظرف کی بھی حامل ہوں گی اس کا اندازہ ان بہنوں کو ابھی ابھی ہوا تھا۔

اسی وقت دروازہ جھٹکے سے کھلا اور ہانپتا کانپتا جنید سیدھا کارپٹ پر پڑے میٹرس پر آ گرا تھا۔وہ چاروں سخت حیرانی سے اسے پسینے میں شرابور لمبی لمبی سانسیں لیتے دیکھ رہی تھیں۔

''اوہ جگر، خیر ہے ناں کہیں میراتھن ریس میں تو حصہ نہیں لے کر آ رہے......؟'' چچی نے شرارت سے اسے چھیڑا تو وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

''عابدہ پروین پھپو کو لاری اڈے سے لے کر

گھر تک آنا بھی کسی میراتھن ریس میں حصہ لینے سے کم نہیں......'' اس کی سانسیں اب بھی بے ربط تھیں۔تینوں بہنوں نے خوفزدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا جبکہ ان تینوں کے برعکس چچی قہقہہ لگا رہی تھیں۔

''لو جی عابدہ پروین بھی اپنے ہمنوا گروپ کے ساتھ پہنچ گئیں۔اس دفعہ خیر سے وہ اپنے ثقافتی طائفے میں کس کس کو شامل کر کے لائی ہیں؟'' چچی کے لہجے میں موجود تجسس جنید کو تو زہر ہی لگا۔تبھی وہ بیزاری سے گویا ہوا۔

''اس ثقافتی طائفے میں ان کی اپنی چار بیٹیاں اور ان چار بہنوں کا انتہائی منحوس اور موٹا آلو، گپلو شامل ہے۔'' گپلو کا نام تو اشعر تھا لیکن اس کے صحت مندوجود کی وجہ سے سارا خاندان گپلو کہتا تھا۔

''اچھا......! کیا ان کے سسرالی رشتے داروں میں سے کوئی نہیں آیا......؟'' چچی کو سخت حیرت ہوئی تھی۔

''ایسا کبھی پہلے خاندان کی تاریخ میں ہوا ہے جو آج ہوتا......'' جنید نے چڑ کر ان کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔''خیر سے ان کی ایک عدد جیٹھانی صاحبہ اپنے ایک لفنگے سے بیٹے کے ساتھ ہیں جس نے کسی ہیرو کی طرح بال بڑھا رکھے ہیں اور ان دونوں کے علاوہ پھپو کی ایک عدد نند بھی اپنے تین بچوں کے ہمراہ ہیں۔''

''یا اللہ خیر......!'' بڑی آپا کو بڑی فطری سی پریشانی ہوئی تھی۔

''وہ سارے ایک طرف ، پھپو کا گپلو ایک طرف۔اسے تو لگتا ہے کہ کھانے کا ہوکا ہے،راستے میں چار دفعہ ٹیکسی رکوا کر موٹے نے کھانے پینے کی چیزیں خریدیں حتیٰ کہ ٹیکسی ڈرائیور چڑ کر بولا کہ''اگر آپ کہیں تو میں آپ کو کسی ہوٹل میں ہی لیے چلتا ہوں۔'' مت پوچھیں کہ اس چار سال کے بچے کی وجہ سے مجھے کتنی شرمندگی ہوئی۔'' جنید تپا بیٹھا تھا۔

''دفع کرو ان سب کو یہ بتاؤ خدانخواستہ وہ نانا پاٹیکر بھی ساتھ آیا ہے......؟'' چچی تجسس کے مارے اس کے بالکل پاس آ گئی تھیں۔

''نانا پاٹیکر......وہ کون ہے؟'' چھوٹی نے سخت حیرت سے چچی کو دیکھا جو ابٹن ملنا بھول گئی تھیں۔

''آئے ہائے وہ اس عابدہ پروین کا میاں، جو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا ،کم بخت عورتوں کی محفل میں گھسنے کا انتہائی شوقین اور وہاں بیٹھ کر جب سگریٹ پر سگریٹ جلا کر بے ہودہ شاعری سناتا ہے تو دل کرتا ہے کہ اسے دس سال تک اسی کے گھر میں ''نظر بند'' کر دوں جہاں اکیلے رہ رہ کر اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ دے اور اسے ساری شاعری بھول جائے......'' چچی کو ابھی تک منجھلی کی شادی کا دردناک واقعہ نہیں بھولا تھا جب موصوف انہیں بطورِ خاص ایک انتہائی رومینٹک غزل زبردستی سنا رہے تھے اور ان کے میاں نے چھاپا مار دیا تھا۔تب چچی کے اپنے میاں کے ساتھ پورے دو مہینے تعلقات سخت کشیدہ رہے تھے۔

''خدا کا خوف کریں چچی ،آپ انہیں نانا پاٹیکر کہتی ہیں جب کہ بڑی پھپو ''دھواں چھوڑنے والا انجن'' کہتی ہیں ،اگر عابدہ پھپو کو پتا چل جائے تو ان کا کتنا دل خراب ہو۔'' جنید نے انہیں شرم دلانے کی ناکام کوشش کی۔

''لو وہ خود اسے ''دنشئی باندر'' کہتی ہے......'' چچی ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسیں۔ان کے اس اسٹائل پر وہ بھی مسکرا دیا۔

☆☆☆

''مبارک ہو، وہ جو عابدہ پھپو کی جیٹھانی کا بیٹا ہے، اس نے آتے ہی بجلی کے ساتھ لائن فٹ کر لی ہے......'' منجھلی آپا ابھی ابھی نیچے کا دورہ کر کے تازہ ترین خبریں لائی تھیں۔

''چلو اچھا ہے، مسٹنڈا کسی کام سے تو لگا۔ جب ریشماں آپا کے ہتھے چڑھے گا تو ایسی طبیعت صاف کریں گی کہ سیدھا وہاں سے کسی تبلیغی اجتماع میں ہی جائے گا۔'' چچی کچھ مطمئن ہوئیں۔

''ہاں، آپ یہاں چھپی بیٹھی ہیں اور نیچے آپ کے صاحبزادے اپنے والدِ محترم سے فرما رہے تھے کہ والدہ ''لک ٹوئنٹی ایٹ کڑی دا'' پر اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی ہیں اور چچا غصے سے لال پیلے ہوئے آپ کی تلاش میں کنوؤں میں بانس ڈلوا چکے ہیں۔'' منجھلی آپا کو اچانک یاد آیا تو وہ اس کی اس نئی اطلاع پر دہل کر اٹھیں۔

''دیکھا تم سب نے، کتنی مکار اور فسادی اولاد ہے میری......'' انہوں نے اپنی بھاری بھرکم کمر پر ہاتھ رکھ کر ان تینوں بہنوں کو بے تحاشا ہنستے ہوئے دیکھا۔ ''اس خبیث کو میں نے یہاں سے تھوڑی دیر پہلے ہی طبیعت سیٹ کر کے نیچے بھیجا تھا اور اس نے جاتے ہی اپنے باپ کو تیلی لگا دی۔ اس کی تو میں جا کر ٹانگیں توڑتی ہوں اس کومل شہزادی کے سامنے'' وہ کسی میزائل کی طرح اُڑتے ہوئے کمرے سے نکلی تھیں۔

''چچی دھیان سے، آپ کا صاحبزادہ، کومل شہزادی کے ہاتھ کی بنی چائے اپنے ابا کے ساتھ بیٹھا پی رہا ہے۔'' منجھلی نے انہیں مزید تازہ ترین بتا کر طیش دلایا تھا۔

☆☆☆

''کالا شاہ کالا، میرا کالا ہے دلدار تے گوریاں نوں پراں کرو......'' جنید کو مٹھائی کا ٹوکرا اندر لاتے دیکھ کر ڈھولک بجاتی کسی لڑکی نے فوراً ہی گانے کی تان اٹھائی تھی۔ جنید ٹی وی لاؤنج میں لڑکیوں کی فوج کو دیکھ کر تھوڑا سا بوکھلایا۔ اپنی بہنوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن کمرے میں رنگ و بو کا ایک سیلاب امڈا ہوا تھا۔ اپنے اوپر ڈھیروں شرارتی نظریں اور شوخ جملے اسے خفت زدہ کر رہے تھے۔

''میں آپ تلے دی تار، کالا شاہ کالا......'' زرد رنگ کے سوٹ میں تجل کی شہابی رنگت خوب کھل رہی تھی۔ اس کی طنزیہ نظریں اور استہزائیہ لہجہ جنید کے علاوہ کوئی بھی وہاں سمجھنے سے قاصر تھا۔ باقی لڑکیاں بھی اس کی آواز کے ساتھ آواز ملا رہی تھیں۔ ڈھولک کی تھاپ اور نسوانی قہقہوں نے ماحول خاصا گرم کر رکھا تھا۔

وہ لڑکیوں کے ہجوم سے بچتا، بچاتا، مٹھائی کا ٹوکرا اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھا، گھر کا اسٹور پہلی منزل پر تھا۔ وہ ابھی اوپر پہنچا ہی تھا کہ لائٹ چلی گئی۔ اسٹور میں ٹوکرا رکھ کر اس نے سب سے اوپر والی منزل پر قدم بڑھائے جہاں جنریٹر رکھا ہوا تھا۔ ابھی وہ ٹیرس پر پہنچا ہی تھا کہ گھر میں موجود کسی لڑکے نے شاید جنریٹر آن کر دیا۔ پورے گھر کی لائٹیں روشن ہو گئی تھیں۔ اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے تو دادی کے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ ریشماں پھپو کی غصے سے لبریز آواز پر چونکا۔

ویسے تو ان کا والیوم عام حالات میں بھی بلند ہی ہوتا تھا لیکن مزاج میں تیزی کے ساتھ ہی آواز بھی باقاعدہ پھٹنے لگتی تھی۔ جس طرح اس وقت بھی وہ کسی جوشیلے سیاستدان کی طرح بول رہی تھیں۔

''اماں، یہ فریدہ بھابی کی آخر جرأت کیسے ہوئی، میری گوری چٹی، اونچی لمبی، ہیرے جیسی بیٹی کے رشتے کی بات کرنے کی، میں نے تو ٹھیک ٹھاک سنائی انہیں......'' ان کی بات پر وہ چونکا اور پھر ٹھٹک کر وہیں دروازے کے پاس رک گیا۔ ساری قوم مایوں کے فنکشن میں گم تھی۔ اس لیے اوپر خاصا سکون تھا۔ بس جنریٹر کے چلنے کی آواز تھی جس کی وجہ سے جنید کو ان کی باقی گفتگو سننے میں تھوڑی سی دقت ہو رہی تھی۔

''اے ریشماں ذرا ہتھ ہولا رکھ، جنید کو کون سے کنڈے (کانٹے) لگے ہیں جو یوں باؤلی ہو کے بول رہی ہے......'' دادی کو مشتعل ہونے میں کون سا دیر لگتی تھی اور جنید کے ساتھ ان کی انسیت کا تو سارا خاندان گواہ تھا۔ ''پاگل ہوئی ہے، ناشکری نہ کر، گھر بیٹھے بیٹھے تیری لمبی زبان والی بیٹی کو کس نے پوچھنا ہے......'' دادی بھی بدلحاظ ہوئیں۔

''کیا مطلب ہے اماں...... اب کیا میں منہ اٹھا کر اپنی ہیرے جیسی بیٹی اس ''کالی گھٹا'' کے پلے باندھ دوں؟ کل نوری کے دماغ میں کوئی کیڑا ابلبلا اٹھا تھا آج آپ کو کسی نے چابی دے رکھی ہے۔'' ان کے لہجے کا تنفر جنید کے لیے سخت صدمے کا باعث بنا تھا۔ اسے والدہ کی لال سرخ انگارہ بنی آنکھوں کا اصل سبب ابھی ابھی سمجھ آیا تھا۔

''دیکھ ریشماں تو نے رشتہ نہیں دینا، نہ دے لیکن ایسے منہ پھاڑ پھاڑ کے باتیں بھی نہ کر۔'' دادی کا پارا بھی آج ہائی تھا۔

''کھے تے سواہ، سارا جگ ہی میرا اور میری بچی کا ویری بنا پھر رہا ہے۔ اللہ جانے اس فریدہ میسنی نے آپ کو کون سے تعویذ گھول کر پلا دیے ہیں، مجھے اس ڈرامے کا پتا ہوتا تو گھر سے ہی نہ نکلتی، بھاڑ میں جاتی شادی اور بھاڑ میں جاتے رشتے دار''۔ ان کا بلڈ پریشر کسی بھی صورت قابو نہیں آ رہا تھا۔ اس کا اندازہ تو جنید کو باہر کھڑے کھڑے ہو گیا تھا، اللہ جانے دادی کی گنگا کیوں الٹی جانب بہہ رہی تھی۔

''لو ہم کیوں ہونے لگے تیری بیٹی کے ویری دشمن......'' دادی نے لہجے میں دنیا جہان کی بیزاری بھر کر کہا۔ ''کچھ ہوش کے ناخن لے، تین تین جوان جہان فیشنی بیٹیوں کی ماں ہے تو، کیا شادیاں نہیں کرنی ان کی، کب تک بٹھائے رکھو گی؟'' دادی کے لہجے میں بیزاری کے ساتھ ساتھ تلخی بھی ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی۔

''شادیاں کرنی ہیں میں نے، سر سے اتار کر پھینکنا نہیں ہے انہیں......'' ریشماں پھپو کسی سوکھی لکڑی کی طرح چٹخیں۔ ''میری تجل نے جب سے جنید کے رشتے کا سنا ہے، بچی کا اتنا دل خراب ہوا ہے کہ مت پوچھیں۔'' ان کا دکھ کسی صورت کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''اے ریشماں، یہ دیکھو، ہاتھ جوڑے میں نے تمہارے آگے، غلطی ہو گئی جو تمہاری شہزادی تجل کا رشتہ پوچھ بیٹھے، اس میں بھی فریدہ کا کوئی قصور نہیں تھا، وہ کہاں راضی تھی۔ میں نے اس بے چاری کو حکم دیا تھا۔'' دادی نے غصے میں اصل بات اگلی تو جنید کچھ پُرسکون ہوا۔ اسے والدہ سے اس طرح کے فضول فیصلے کی ہرگز توقع نہیں تھی اور تجل تو اسے ویسے ہی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔

''یہ تمہاری دادی اب اتنی بھی ناقابلِ برداشت نہیں، جتنا میں انہیں سمجھتی ہوں، کبھی کبھی خاصی معقول باتیں بھی کر جاتی ہیں۔'' چچی کی آواز پر وہ بری طرح ٹھٹکا اور انہیں بالکل اپنے پیچھے کھڑے دیکھ کر اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔

''زیادہ شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں، فوراً جا کر اپنا صدقہ دو کہ اگر خدانخواستہ ریشماں آپا کا دماغ چل جاتا اور وہ رشتے کے لیے ہاں کر دیتیں تو سوچو تمہارا کیا بنتا......'' انہوں نے انتہائی اپنائیت اور محبت بھرے انداز میں کہا تھا۔

''اللہ نہ کرے چچی کہ ایسا ہوتا......'' جنید نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھ کر انہیں دہل کر دیکھا۔ جو سرخ رنگ کے سوٹ میں خود بھی خطرے کا چلتا پھرتا اشتہار لگ رہی تھیں۔

''تمہیں پتا ہے کہ باورچی خانے کے پیچھے بنی گیلری میں ہماری نند صاحبہ کی تجل شہزادی اس ہیرو کے ساتھ عہد و پیماں میں مصروف ہیں جو شکل سے ہی فراڈیا لگتا ہے۔ میٹرک میں فیل ہونے کے بعد اس

نے آڈیو وڈیو سی ڈیز کا ایک چھوٹا سا کھوکھا بنا رکھا ہے۔'' چچی بڑے مزے سے اسے بتا رہی تھیں۔

''ہمیں کیا چچی، آپ بھی مٹی ڈالیں......'' اس کی بے پروائی میں بھی ایک محسوس کی جانے والی رنجیدگی تھی۔ جسے محسوس کرتے ہوئے چچی نے اسے تسلی دی۔

''تم ٹینشن نہ لو، اپنے جنید شہزادے کے لیے ہم تو پری لائیں گے پری۔''

''باز آیا میں ان شہزادیوں اور پریوں سے......'' جنید نے باقاعدہ ان کے آگے ہاتھ جوڑے تھے۔ ''میری بس اتنی گزارش ہے کہ کوئی میرے جیسی عام سی لڑکی ڈھونڈ لیں، جو گھر سنبھالنے والی ہو جو میری شوگر کی مریضہ ماں اور جوڑوں کے درد میں مبتلا دادی کا خیال رکھے۔'' جنید کی بات پر چچی کو بے اختیار ہی اس پر پیار آیا تھا وہ انہیں اپنے بیٹوں کی طرح ہی عزیز تھا۔

''یہ بتاؤ جنید کیا تمہیں اپنی چچی پر اعتبار ہے......؟'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ٹیرس کی طرف لا کر پُراسرار انداز میں بولیں۔

''کیا مطلب......؟'' وہ بری طرح ٹھٹکا اور مسکراتے ہوئے ان کی ہونٹوں کے کناروں سے نکلتی سرخ لپ اسٹک کو دیکھا جو خاصی پھیل چکی تھی۔

''مطلب یہ کہ اپنی چچی کی پسند کی ہوئی لڑکی سے شادی کر لوگے......؟'' ان کی بات پر اس نے سکون کی سانس لی اور چچی کا پُرخلوص چہرہ دیکھا۔ ان کے خلوص پر تو ان چاروں بہن بھائیوں کو کبھی شبہ نہیں رہا تھا۔

''ہاں کر لوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ لڑکی پڑھی لکھی اور شریف ہو۔ ہاں اس لڑکی کو میری تصویر ضرور دکھا دیجیے گا اور بتا بھی دیجیے گا کہ لڑکا چیری بلاسم جیسا ہے اگر پسند ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' اس کے استہزائیہ انداز پر چچی نے شکوہ آمیز انداز سے اسے دیکھا۔ وہ پہلی دفعہ اس کے منہ سے ایسی بات سن رہی تھیں ورنہ اس کی باتوں سے کبھی نہیں لگا تھا کہ اسے اپنی رنگت کا کوئی کمپلیکس ہے۔

''بہت بری بات ہے جنید، مجھے تم سے ایسی بات کی ہرگز توقع نہیں تھی۔ تم ایسی فضول اور بے تکی باتوں کو کب سے اہمیت دینے لگے......'' انہوں نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ زبردستی مسکرایا۔

''پہلے تو نہیں کرتا تھا ایسی باتیں لیکن ریشماں پھپو کی باتوں نے دماغ خراب کر دیا......'' اس نے بھی صاف گوئی کی حد کر دی تھی۔

''دفع کرو تم انہیں، ان کی تو مت ماری ہوئی ہے۔ جوان جہان بچیوں سے بالکل غافل ہیں بھلا ایسی غفلت ماؤں کو زیب دیتی ہے۔ ایک بیٹی اس ہیرو کے ساتھ اور دوسری میرے شعیب کے گلے فِٹ ہونے کے چکروں میں ہے۔ ماں نے بھی بس ان کو حسن کے لشکارے مارنے کی ہی تربیت دی ہے باقی چیزوں کے معاملے میں ان کا دماغ کا خانہ بھی ماں کی طرح خالی ہی ہے۔'' چچی کے لہجے کی تلخی اب بیزاری بن کر ان کے چہرے سے عیاں تھی۔

''آپ چھوڑیں انہیں، ہر انسان اپنے نفع نقصان کا خود ذمے دار ہوتا ہے، ہمیں کیا......'' جنید نے ٹیرس سے لان میں جھانکا۔ سامنے ہی جلال بھائی اپنے جلالی موڈ کے ساتھ کچھ بچوں پر برس رہے تھے۔ ''ان کا کیوں دماغ خراب ہو گیا......؟'' اس کے ذہن میں فوراً خیال آیا تھا۔

''اچھا سنو، میری کزن کی ایک بیٹی ہے ایم ایس سی کر رکھا ہے۔ انتہائی شریف گھرانا ہے، تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟'' چچی حد درجہ سنجیدہ انداز میں اس سے پوچھ رہی تھیں۔

''اعتراض کس بات پر......؟'' اس کی سوالیہ نگاہیں ان کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''بھئی تمہاری کزنز کی طرح ماڈرن نہیں۔ نہ ہی اسے منہ بگاڑ بگاڑ کر بات کرنی آتی ہے۔ اس

لیے کہہ رہی ہوں کل کو کہو کہ اتنی سادہ لڑکی میرے پلے باندھ دی۔'' چچی نے صاف بات کی۔

''نہیں، مجھے کوئی مسئلہ نہیں لیکن آپ امی کو دکھا لائیں کیونکہ مجھے ان کی سخت ٹینشن ہے، وہ چھوٹی کے بعد کیسے اکیلے سارا گھر سنبھالیں گی۔ وہ بے چاری تو کافی عرصے سے میرے پیچھے تھیں لیکن میں ہی اس معاملے کو سیریس نہیں لے رہا تھا۔'' اس نے بھی سادگی اور تابعداری کی انتہا کر دی تھی۔

''فریدہ بھابی کو تو بہت پسند ہے وہ لڑکی لیکن ایک مسئلہ ہے......'' وہ تھوڑا سا تذبذب کا شکار ہو کر رکیں اور پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد گویا ہوئیں۔

''لڑکی چونکہ میری کزن کی بیٹی ہے اور مجھے پتا ہے کہ اس کا بھائی پرسوں جنوبی افریقا جا رہا ہے، وہ لوگ منگنی کی جگہ نکاح کریں گے اور وہ بھی کل......'' چچی نے اس پر دھڑا دھڑ بمباری کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

''کیا......؟'' اسے سخت تعجب ہوا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے، انہوں نے نہ مجھے دیکھا اور نہ ہی کوئی اور پوچھ پڑتال کی اور اتنی عجلت میں نکاح کے لیے تیار ہو جائیں......؟''

''بھئی جہاں تک دیکھنے کی بات ہے تو اس کے والدین نے تمہیں اچھی طرح دیکھ رکھا ہے۔ اس کا بھائی بھی تمہیں جانتا ہے۔ فریدہ بھابی بھی ایک فنکشن میں بچی سے مل چکی ہیں۔ میں نے کافی عرصے پہلے ان سے بات کی تھی لیکن ان دنوں ہی چھوٹی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تم نے ہم خواتین کو لفٹ ہی کروانا چھوڑ دی۔ اس لیے معاملہ ملتوی ہوتا گیا۔'' چچی کا انداز ذو معنی تھا۔ ''سب سے بڑی بات یہ ہے کہ لڑکی نے تمہیں خود دیکھ رکھا ہے اور اس رشتے میں سو فیصد اس کی اپنی پسند بھی شامل ہے۔''

''ذہنی توازن تو ٹھیک ہے ناں لڑکی کا؟ یا پھر کلر بلائنڈ ہے وہ......؟'' وہ ہلکا سا جھنجلایا۔ ''اس نے مجھے کہاں دیکھا ہے......؟''

''منجھلی کی شادی میں میرے ساتھ میرون رنگ کے سوٹ میں ایک لڑکی نہیں تھی جسے ہم لوگ رات کو گھر بھی چھوڑنے گئے تھے اور خوب بارش ہو رہی تھی۔'' چچی نے اسے یاد دلانے کی بھرپور کوشش کی تھی، اسے اتنا تو یاد تھا کہ اس طوفانی بارش میں چچی کی کسی بھانجی کو چھوڑنے گئے تھے لیکن شکل یا حلیہ سوچنے پر بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ ویسے بھی وہ لڑکیوں کے معاملے میں خاصا بے پروا سا لڑکا تھا۔ اسے کبھی ان میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ سارا دن اس کے اسٹور پر لڑکیوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔

''کمال کرتی ہیں چچی، تین سال پرانی بات مجھ سے پوچھ رہی ہیں، مجھے کچھ یاد نہیں......'' اس نے سادگی سے کندھے اچکائے

''ہاں ایک اور بھی مسئلہ ہے......؟'' چچی تھوڑا سا پھر تذبذب کا شکار ہوئیں تو وہ اچھا خاصا جھنجلا گیا۔

''ایک دفعہ ہی سارے ایٹم بم کیوں نہیں چلا دیتیں آپ......؟''

''قسطوں میں بات بتانے کا اپنا ہی مزہ ہے۔ ہاں مسئلہ یہ ہے کہ میری بھانجی کی رنگت بھی تھوڑی سی دبتی ہوئی ہے کہیں تم کل کو کہو کہ بتایا نہیں۔'' چچی پُراسرار انداز میں مسکرائیں۔

''توبہ ہے چچی، میں آپ کو ایسا لگتا ہوں۔ فکر نہ کریں مجھے گوری رنگت کا ایسا کوئی خبط نہیں اور الحمدللہ ہمارے گھر میں کافی ٹیوب لائٹس ہیں، اس لیے ہم نے لوڈشیڈنگ میں کوئی ''چانن'' کرنے کے لیے بھی کوئی نمونہ گھر نہیں لانا۔'' اس کے چڑ کر بولنے پر چچی کا قہقہہ بڑی قوت سے ان کے حلق سے نمودار ہوا تھا۔ اسی وقت نیچے سے کچھ بچے بھاگتے ہوئے بڑے جوش و خروش کے ساتھ اوپر آئے تھے۔

''جنید بھائی، جنید بھائی آپ یہاں ہیں

اور آپ کو سب نیچے ڈھونڈ رہے ہیں۔......"

"کیوں، میں نے کون سا دیگوں میں چمچ چلانا ہے یا پھر فیتہ کاٹ کر کسی فنکشن کا افتتاح کرنا ہے۔" اتنی اہم گفتگو میں ان کی مداخلت اسے ایک آنکھ نہیں بھائی۔ اس لیے وہ پنجے جھاڑ کر بچوں کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ ویسے بھی اس شادی کے کاموں نے اس کے دماغ کی چولیں تک ہلا رکھی تھیں۔

"جنید بھائی، عابدہ پھپو کے بیٹے نے باہر گلی میں بنے گٹر میں اپنا سر پھنسا لیا ہے......" اس کے غصے سے خائف ہو کر سب سے بڑے بچے نے اسے ڈرتے ڈرتے اطلاع دی جسے سنتے ہی اس کا دماغ گھوم گیا۔

"وہ موٹا، وہاں کون سی ریسرچ کرنے گیا تھا جو پھنس گیا۔ اندر گر ہی جاتا تو اچھا تھا......" اس نے بہ مشکل خود کو مشتعل ہونے سے روکا تھا۔ یہ بچہ جب سے آیا تھا ان سب کے لیے ایک امتحان بنا ہوا تھا اوپر سے عابدہ پھپو کی دہائیاں سب کو بوکھلائے رکھتی تھیں۔

"اللہ ہدایت دے اس عابدہ پروین کے آخری راگ کو، جب سے یہ آیا ہے کہیں نہ کہیں اٹک یا پھنس ہی رہا ہے......" چچی بھی اس کے پیچھے فکرمندی سے لپکی تھیں۔ نیچے سارا ماحول خاصا گرم تھا۔ دلہن سمیت سارا خاندان گلی میں تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی میلہ لگا ہو۔

"پھپو، برا نہ منایئے گا، لگتا ہے آپ نے شاید اس بچے کی پیدائش کے موقع پر ہری مرچیں خوب کھائی تھیں جبھی سکون نہیں اسے، کل فریج میں گھس گیا تھا۔ رات کرنٹ لگوا بیٹھا اور اب گٹر کو وختا ڈال رکھا ہے......" جلال بھائی نے بے رخی کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے عابدہ پھپو کو کہا جو اپنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ ہائے ہائے کر کے سب کو دہلا رہی تھیں۔

"کیا کہہ رہے ہیں، بچہ ہے اور بچے تو ایسی شرارتیں کرتے ہی ہیں۔" بڑی آپا نے پھپو کے چہرے کے زاویے بگڑتے دیکھ کر فوراً معاملہ سنبھالنے کی ناکام کوشش کی۔ ان کے لہجے میں بڑی مصلحت بھری سی حمایت تھی۔

"یہ بچہ ہے یا شیطان؟ مجال ہے کہ سکون سے بیٹھتا ہو، کل میں اچھا خاصا بیٹھا کھانا کھا رہا تھا ہاتھ مار کر سارا سالن میز پر گرا دیا۔" جلال بھائی کے جلال میں آنے کی بڑی وجہ وہاں موجود سبھی حاضرین کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ جب کہ عابدہ پھپو نے ان کے منہ لگنے سے دانستہ ہی پرہیز کیا تھا۔ ان کی زبان دارزی کے قصے انہوں نے خوب سن رکھے تھے اور ریشماں آپا کے ساتھ پچھلی شادی کی تقریب میں ہونے والا معرکہ بھی ان کی آنکھوں کے سامنے ہی ہوا تھا۔

"ہائے کوئی تو میرے بچے کو بچا لے......" انہوں نے ایک اور دل دہلا دینے والی چیخ مار کر سارے خاندان کو ڈرا دیا تھا۔

"پھپو بھی آپ کے گپلو کا ہی موٹے تربوز جتنا سر باہر نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں کوئی گٹر کے سرہانے کالا باغ ڈیم کا مسئلہ نہیں حل کر رہے......" جلال بھائی کو ان کی چیخ سن کر جلال آ گیا تھا حالانکہ وہ خود گٹر سے نکلنے والی بدبو کی وجہ سے کافی دور کھڑے تھے۔ جنید اور شعیب کے ہی ستارے گردش میں تھے جو گپلو کا سلاخوں میں پھنسا سر باہر نکالنے کی کوشش میں بے حال تھے۔

"آئے ہائے جلال، کیوں میرے معصوم بچے کے پیچھے منہ ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو۔ اس نادان نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" عابدہ پھپو نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آپس میں رگڑتے ہوئے سُلگ کر کہا۔

"ہم اس کے پیچھے نہیں پڑے، وہ میری سالی کی ساری تقریب خراب کرنے پر تُلا ہوا ہے......" جلال بھائی نے سینہ پھُلا کر دائیں بائیں کھڑی خواتین کو دیکھ کر دانستہ آواز بلند کی۔ "غضب خدا کا

تین سال کا بچہ اور وزن دیکھو، چلتا پھرتا ڈھول لگتا ہے۔ اب بندہ پوچھے اس رات کے اندھیرے میں اس گٹر میں کون سا ایجنڈا سیٹ ہو رہا تھا جس کا معائنہ کرنے صاحبزادے گئے اور سر پھنسا بیٹھے......" جلال بھائی نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے وہاں موجود کافی لوگوں کو تاؤ دلا دیا تھا۔ کسی بڑے ہنگامے کے پیشِ نظر بڑی آپا نے بہ مشکل اپنے شوہر کا بازو پکڑا اور زبردستی اندر لے گئیں۔

"تم کیوں اس توپ کے گولے کے منہ لگ رہی ہو۔ یہ تو ہر وقت گرجنے برسنے پر تیار رہتا ہے......" ریشماں آپا نے چھوٹی بہن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دلاسا دیا۔ اسی دوران جنید بہ مشکل ایک دو لوگوں کی مدد سے عابدہ پھپو کے آخری راگ کو صحیح سلامت نکالنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

"یہ تم لوگ کس خوشی میں بج سنور کر باہر نکل آئی ہو...... اندر جاؤ سب......" جنید کے غضب ناک لہجے اور شعلہ برساتی آنکھوں سے گھبرا کر ساری لڑکیاں ایک دوسرے پر گرتی پڑتی اندر کو بھاگیں۔ ان لڑکیوں کے ہار سنگار اور خواہ مخواہ کی کھی کھی سن کر اردگرد سے کافی قدردان اکٹھے ہو گئے تھے۔ جنہیں دیکھ کر جنید بھتے سے اکھڑ گیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا، سب ٹھیک ہے، صاحبزادے اپنے پانچ روپے کے سکے کی تلاش میں اپنا سر وہاں گلی سلاخوں میں پھنسا بیٹھے۔" جنید نے بیزاری سے انہیں اصل حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔

"شکر خدا کا ہمارے بچے کی جان بچ گئی، بہت شکریہ بیٹا تمہارا......" ریشماں پھپو کا محبت بھرا انداز اسے پہلی دفعہ مصنوعی محسوس ہوا تھا۔

"پتا نہیں لوگ اتنی زیادہ منافقت کیسے کر لیتے ہیں۔" ایک تلخ سوچ نے اس کے ذہن کا احاطہ کیا تھا۔

"جنید جا کر امی اور دادی کو ناظم آباد چھوڑ آؤ، انہیں ضروری کام ہے......" اندر آتے ہی منجھلی

سالگرہ

اس موقع پر
سنو!
اس سال پھر
یہ عہد کرتے ہیں
رنجشیں بھلا کر
انا کی دیواریں گرا کر
مرد و عورت کا جھگڑا مٹا کر
بچوں کے ماں باپ بن کر
رواداری نبھائیں گے
اپنا آپ مٹا کر
محبت کے دیپ جلائیں گے
کہو ناں! ہاں! ہاں!

مرسلہ: عنبر وسیم، گوجرانوالہ

سالگرہ مبارک

تمہاری سالگرہ پر دعا ہے یہ میری
کہ ایسا روزِ مبارک ہزار بار آئے

تمہاری ہنستی ہوئی زندگی کی راہوں میں
ہزاروں پھول لٹاتی ہوئی بہار آئے

از: شائستہ نازش، کراچی

سالگرہ کا تحفہ

اب اس کی یاد سے اس کا بدن تراشتے ہیں
وہ خواب بھی تو نہیں تھا کہ ہم بھلا دیتے

اسی کے واسطے محسنؔ کہی ہے تازہ غزل
اب اس کی سالگرہ پر ہم اور کیا دیتے

شاعر: محسنؔ نقوی
مرسلہ: صائمہ سجاد بنگش، کوہاٹ

آپا کی فرمائش پر اس کا دماغ گھوم گیا۔ پہلے ہی بدبو کی وجہ سے اس کا سر پھٹا جا رہا تھا۔

''یہ والدہ اور چچی کو بھی سکون نہیں ہے۔ گھر میں مایوں کی رسم ہے اور ان کو نئے نئے دورے سوجھ رہے ہیں۔'' وہ دل ہی دل میں کڑھتا ہوا واش روم میں گھسا، تھکن اور بیزاری اس کے انگ انگ سے نمایاں تھی۔ شادی نے اُسے اچھا خاصا تھکا دیا تھا۔ شاور لے کر طبیعت کو خاصا افاقہ ہوا تھا۔ گرما گرم چائے کی طلب اسے کچن میں لے آئی تھی اور وہیں جا کر اسے خوشگوار حیرت ہوئی جب پتا چلا کہ جلال بھائی خواتین کو ڈراپ کرنے جا چکے ہیں۔ چائے کا کپ لے کر وہ ٹی وی لاؤنج میں آیا تو تینوں پھپیوں کے غبارے کی طرح پھولے چہرے اس کے لیے مزید کوفت کا باعث بنے۔

''دیکھ لو جنید، تمہاری ماں تو ہمیں ایک منٹ میں غیر بنا دیتی ہے۔ ہمارا بھائی زندہ ہوتا تو ہم دیکھتے کہ کون ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے۔'' ریشماں پھپو نے اسے دیکھتے ہی تیوری چڑھا کر کہا تو اس کا دل کوفت کے گہرے احساس کے ساتھ بھر گیا۔

''کیوں، کیا ہوا......؟''

''ہونا کیا ہے، تمہارے لیے لڑکی دیکھنے گئے ہیں سب، انہوں نے گاڑی میں اپنی ساس، دیورانی، دیور، اور اپنے داماد کو ڈالا اور سارا قافلہ ناظم آباد نکل گیا۔ ہمیں کسی نے جھوٹے منہ نہیں پوچھا......'' ریشماں پھپو کے چہرے پر بڑا عجیب سا تاثر پھیلا ہوا تھا۔

''لیں پھپو، آپ کو کہاں سے غیر بنا دیا، ان کے ساتھ آپ کی سگی والدہ اور سگے بھائی موجود ہیں اور پھر گاڑی میں جتنے لوگ آسکتے تھے، اتنے ہی لے جائے جا سکتے ہیں ناں، گاڑی ہے کوئی ٹرک تو نہیں......'' اس نے بھی ہنستے ہنستے چوٹ کی تو وہ سب چونک گئیں۔ یہ لب و لہجہ ان کی سماعتوں کے لیے بالکل نیا تھا۔

''بھئی مرضی ہے تم لوگوں کی، ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہم تو مرحوم بھائی کی محبت میں اٹھ کر آجاتے تھے۔ اب نہیں آئیں گے......'' ریشماں پھپو نے اپنی طرف سے بڑا جذباتی سا حملہ کیا تھا لیکن آج شاید ان کے بھی ستارے گردش میں تھے۔

''مرضی ہے پھپو آپ کی، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ جس کو ہمارے دکھ سکھ کی پروا ہوگی۔ وہ خود آجائے گا۔ اس کے لیے ہمیں کسی کی منت یا ترلے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' اس کے دوٹوک انداز میں اجنبیت کا عنصر غالب تھا۔ جسے محسوس کر کے تینوں کا منہ ہی کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ ریشماں پھپو کو تو سخت دھچکا لگا تھا۔

''واہ بیٹا واہ، ہماری محبت پر تمہیں کب سے شک ہونے لگا......'' نور جہاں پھپو نے بے ساختہ اٹھ کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا تھا۔ اس نے بھی بازوؤں کے گھیرے میں اپنی ان پھوپی کو لے کر اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا لیا تھا۔ اسے کم از کم نور جہاں پھپو سے کوئی گلہ یا شکایت نہیں تھی۔

''امی ہم لوگ ساحل بھائی کے ساتھ طارق روڈ تک جا رہے ہیں کچھ شاپنگ کرنی ہے......'' سجل نے دھڑام سے دروازہ کھولا اور عجلت میں ماں کو اطلاع دی اور آندھی کی طرح کمرے سے نکل گئی۔ انتہائی چُست سی جینز پر وہ تنگ سی شرٹ پہنے ہوئے نہایت بے ہودہ حلیے میں تھی۔ اس کے کمرے سے نکلتے ہی عابدہ پھپو نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔

''آپا تم بچیوں کو منع کرو، اتنی رات گئے جوان جہان لڑکے کے ساتھ باہر جانا مناسب نہیں اور پھر اس ساحل کے ساتھ تو اس کی ماں، سگی بہنوں کو اکیلے نہیں بھیجتی۔'' عابدہ پھپو نے دبے دبے انداز سے انہیں کچھ سمجھانا چاہا۔

''تو جس لڑکے پر اس کی سگی ماں اعتبار نہیں

کرتی تو تم کیوں اسے کندھے سے لٹکا کر شادی والے گھر میں لے آئیں۔'' ریشماں پھپو نے کہیں کا غصہ کہیں نکالا تھا۔

''میں نہیں لٹکا کر لائی، وہ اپنی سگی ماں کے ساتھ ہی آیا ہے۔ میری جیٹھانی صاحبہ، میری نند کو لے کر کسی ملنے والے کے گھر گئی ہوئی ہیں، ورنہ اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ ان بچیوں کا بھی دماغ سیٹ کر دیتیں اور جہاں تک انہیں شادی میں لانے کا معاملہ ہے تو فریدہ بھابی نے میرے سارے سسرالیوں کو علیحدہ علیحدہ شادی کے کارڈ بھیجے تھے۔'' عابدہ پھپو نے ان کی بات کا ٹھیک ٹھاک برا مانا تھا اور ناراضی کے اظہار کے طور پر وہ اپنے پہلو سے بیٹے کو لے کر قدرے رخ موڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔ اس کنز والے واقعے کے بعد سے وہ اپنے بیٹے کو بالکل بھی اکیلا نہیں چھوڑ رہی تھیں۔

''اب تو بچیاں نکل گئی ہوں گی اور ویسے بھی جب گھر کے لڑکوں کے پاس ٹائم نہ ہو تو انہوں نے تو اپنی ضرورتوں کے لیے کسی نہ کسی کے ساتھ نکلنا ہی ہے۔'' ریشماں پھپو نے جنید کو نور جہاں کے ساتھ لاڈ کرتے دیکھ کر انتہائی بدمزہ انداز سے کہا تھا۔ نور جہاں سے تو انہیں ویسے بھی شکایت تھی کہ وہ فریدہ بھابی کی چمچی ہے۔

''ہاں تو گھر کا اکیلا بچہ، کون کون سے محاذوں کو دیکھے اور آپ کی بچیوں کو تو ویسے ہی الم غلم خریدنے کا ہوکا ہے۔ مارکیٹ میں جا کر ایسے آپے سے باہر ہو جاتی ہیں جیسے خدانخواستہ آخری دفعہ شاپنگ کر رہی ہوں۔'' عابدہ پھپو کے لہجے میں کڑواہٹ اور آنکھوں میں بڑی گہری بے مروتی تھی۔ ان کی اس بات پر ریشماں کی رنگت پھیکی پڑی تھی۔ جبکہ جنید کے سامنے انہوں نے بہ مشکل خود کو بھڑکنے سے روکا تھا ورنہ اپنی چھوٹی بہنوں کی بے عزتی ان پر فرض ہو چکی تھی اور اب انہیں بے چینی سے موقع کی تلاش تھی۔

☆☆☆

''راجا کی آئے گی بارات
رنگیلی ہوگی رات
مگن میں ناچوں گی''

مسرت کا بلند آواز میں گنگنانا، بہت سے لوگوں کے مزاج برہم کرنے کا سبب بن رہا تھا۔ شام کو جنید کا نکاح اور رات کو چھوٹی کی مہندی نے سب

کی ہی دوڑیں لگا رکھی تھیں۔ ریشماں نے عابدہ پروین کی اچھی خاصی برین واشنگ کرکے انہیں اپنا ہمنوا بنالیا تھا۔ اب دونوں بہنیں ایک کونے میں گھسی نہ جانے کس کس کے گناہ بخشوارہی تھیں۔

''سارے جہان کے لڑکوں کی منگنیاں اور نکاح ہوئے جارہے ہیں اور ہماری ماں کو کوئی پرواہی نہیں کہ گھر میں تین، تین جوان لڑکے کنوارے گھوم رہے ہیں۔'' شعیب دھپ کرکے فلور کشن پر وحید مراد کے برابر بیٹھا تھا۔ سامنے ہی وہ شام کو جنید کے نکاح میں پہننے والے سوٹ کی قمیص کو لیس لگا کر لسبا کرنے کی کوششوں میں مگن تھیں۔

''اللہ جانے کون سے سیارے پر بستی ہیں وہ مائیں، جو بیٹوں کی پیدائش کے ساتھ ہی اُن کے سر پر سہرا سجانے کے خواب دیکھنے لگتی ہیں۔'' شعیب نے اپنی ماں کو سنانے کے لیے دانستہ آواز بلند کی اور ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی کی آواز کم کی۔

''خدا جانے کس نگری میں ہوتے ہیں ایسے بیٹے، جو ماں باپ کو کما کر کھلاتے ہیں اور اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر لوگوں کی بیٹیوں کو اپنے گھر لانے کا سوچتے ہیں۔'' انہوں نے بھی مصنوعی آہ بھر کر اپنے لختِ جگر کو گھورا تھا۔ جو کچن میں کھڑی کومل کو اپنی ماں کے سامنے ہی دن دیہاڑے تاڑ رہا تھا۔

''اے میری نادان ماں یہ حقیقت سمجھ لے کہ ہر بندہ اپنا رزق لے کر گھر آتا ہے......'' شعیب نے اپنی والدہ کو سمجھانے کی شاید آج کوئی قسم کھا رکھی تھی۔

''بیٹا، تو بھی اپنی نظروں کو سنبھالنا سیکھ لے' ورنہ تیرے باپ کی پشاوری چپل اُڑتی ہوئی تیرے سر پر آئے گی......'' ان کے تنبیہی لہجے پر وہ سنبھل کر بیٹھا اور کومل سے نظریں ہٹا کر اپنی ماں کا لال سرخ چہرہ دیکھا۔

''اماں آخر کب تک پرائے بچوں کی شادیوں میں لُڈی بھنگڑے ڈال کر اپنے شوق پورے کریں گی، میری نادان ماں کچھ تو خیال کر لیں......'' شعیب کی اداکاری عروج پر تھی۔

''میرے ننھے، میرے نونہال، میری فکر نہ کر، اپنے مستقبل کو دیکھ، آنکھ کھول، باپ کا ڈنڈا دیکھ اور جنید کی محنت سے بنائی دکانوں سے کچھ عقل لے۔ جب تک تو اپنے پیروں پر نہیں کھڑا ہوتا میں خاندان کے بچوں کی شادیوں پر ناچ گا کر اپنے ارمان پورے کر لوں گی......'' انہوں نے دانتوں سے دھاگا توڑتے ہوئے اپنے بیٹے کو خبردار کیا۔

''ہاں جب تک ہماری باری آئے گی تب تک تو ہماری اماں کے ہاتھوں میں لاٹھی آجائے گی پھر اماں ایسا کرنا کہ ابا کے ساتھ مل کر اسٹک ڈانس ہی کر لینا۔'' شعیب نے انتہائی برا سا منہ بنا کر کہا تھا اس کی بات پر کچھ فاصلے پر بیٹھی اپنے بالوں پر خضاب لگاتی نورجہاں بے ساختہ ہنس پڑی تھیں۔

''بیٹا تم فکر نہ کرو میں اسٹک کے ساتھ ساتھ بیلے اور کتھک ڈانس بھی کر لوں گی، میرے بڑھاپے کی تم فکر نہ کرو، بس اپنا حال اور مستقبل سنوارو۔'' مسرت...... نے گوٹے کا پھول اٹھا کر غور سے دیکھتے ہوئے اپنے بیٹے کو مخلصانہ مشورہ دیا تھا۔

''ممانی چلو اور کچھ نہیں تو منگنی ہی کر دو بے چارے کی، بچہ خوش ہو جائے گا......'' وحید مراد نے بھی اپنے کزن کی حمایت کی۔

''ناں پتر تم نے شادی کر کے کون سا تیر مار لیا ہے جو اَب یہ مارے گا۔'' مسرت.... کا ہلکا پھلکا سا لہجہ قدرے فاصلے پر بیٹھی ریشماں.... کو آگ لگا گیا تھا۔

''میرے بچے کے تو نصیب پھوٹ گئے جو وہ چڑیل اس کے متھے لگ گئی، میرے لال کی زندگی تباہ کر دی اس خرانٹ عورت نے......'' ریشماں نے.... اپنی اکلوتی بہو کو غائبانہ طور پر بے نقط سنائی تھیں۔

''تو میرے صاحبزادے کو کون سا کوئی شہزادی ملے گی۔ کوئی لال پیلی' نیلی چڑیل اس بھوت کو بھی مل جائے گی۔''...... انہوں نے وہاں بہانے بہانے سے چکر لگاتی کومل شہزادی کو دیکھ کر طنز کیا جس نے

صبح سے نیلا کمیش کا سوٹ پہن رکھا تھا اور ریشماں ان کی واضح چوٹ کو سمجھ کر بلبلا اٹھی تھیں۔

''اے مسرت نذیر تم عورت ہو یا ڈائن جو اپنے ہی بچے کو ایسی بددعائیں دے رہی ہو......'' انہوں نے اس دفعہ ڈائریکٹ ان کو چھیڑنے کی غلطی کر لی تھی۔

''میں تو جو ہوں، ساری دنیا کو پتا ہے، لیکن آپ کی نزدیک کی نظر لگتا ہے کہ خاصی کمزور ہے یا پھر واقعی آپ کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے جو آپ نے اپنی بچیوں کو شترِ بے مہار کی طرح کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ آدم بو آدم بو کی طرح اِدھر اُدھر اپنے لیے ''بر'' تاڑتی پھر رہی ہیں آپ کی شہزادیاں۔'' مسرت نذیر نے ہاتھ میں پکڑی قمیص گولا بنا کر تخت پر پھینکی اور کھل کر میدان میں اتر آئی تھیں۔ شعیب اور وحید اس اچانک آنے والے ''سونامی'' سے گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''منہ سنبھال کر بات کرو، نعرے لگانے کی ضرورت نہیں، ورنہ زبان نکال کر ہتھیلی پر رکھ دوں گی۔'' ریشماں آپا نے غضب ناک نظروں سے اپنے سامنے تن کر کھڑی اپنی چھوٹی بھابی کو دیکھا۔ جن کے ساتھ ان کے تعلقات پاک' بھارت کی طرح ہی رہتے۔

''میری زبان ہتھیلی پر رکھنے کے بجائے، اپنی بچیوں کے سر ڈھکو اور انہیں شریف لڑکیوں کی طرح گھر بیٹھنا سکھاؤ، وہ تمہاری دوسرے نمبر والی رات شوبی کو لے کر چھت پر آسمان کے تارے گن رہی تھی اور سب سے بڑی اس مسٹنڈے ساحل کے ساتھ پارلر مہندی لگوانے گئی ہوئی تھی۔'' مسرت کی زبان کے آگے بھی خندق تھی۔

''خبردار' میری شریف بچیوں کے کردار پر کوئی بات کی تو، یہ تمہارا اچٹا لکڑ ہی میری بچی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اسے لگام ڈال کر رکھو۔'' ریشماں آپا نے انگلی اٹھا کر شوبی کی طرف اشارہ کیا جس کا منہ بے عزتی کے گہرے احساس کے ساتھ سرخ ہو گیا تھا۔

کالا شاہ کالا

گھر میں

پکچر دیکھتے ہوئے ایک خاتون سے ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے مرد نے پوچھا۔ ''محترمہ کیا میں سگریٹ پی سکتا ہوں؟''

خاتون نے خوش اخلاقی سے کہا۔ ''کیوں نہیں۔ آپ اپنے آپ کو گھر میں بیٹھا ہوا تصور کیجیے۔'' یہ سن کر ان صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور سگریٹ کی ڈبیا جیب میں واپس رکھ لی۔

مرسلہ: بنتِ پاکستان، آبشار، بھکر

''میرے اس چٹے لکڑ کے پیچھے جب پرکٹی کبوتریاں پڑیں گی تو وہ تو چونچیں مارے گا ہی۔ ویسے بھی لڑکوں کا کیا بگڑتا ہے۔ لڑکیوں اور ان کی ماؤں کو ہی ہوش کرنا چاہیے۔'' مسرت نے ہاتھ لہرا کر انہیں للکارا تھا۔

''ہاں، ہاں مسرت بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ آپا تم ہوش کے ناخن لو، میں نے کتنی دفعہ عابدہ سے کہا کہ اپنی بھانجی کو سنبھالو، کیوں پیسٹری کیک بن کر میرے بیٹے کے پیچھے ہاتھ منہ دھو کر پڑی ہوئی ہے۔'' ساحل کی اماں کو کسی نے اس طوفان کی اطلاع دی تھی اور وہ سر پر مہندی تھوپے، بغیر دوپٹے باہر کود آئیں۔

''لو جی اِدھر دیکھو، کیا پدی، کیا پدی کا شوربہ......'' ریشماں آپا نے ٹھٹھا لگا کر ساحل کی اماں کا مذاق اڑایا۔ ''بندہ بات کرنے سے پہلے شیشہ ہی دیکھ لیتا ہے۔ تمہارا ساحل ہے کیا چیز، لمبے لمبے بالوں والا ریچھ......'' ریشماں آپا کی بات پر ان کی بہن کی جیٹھانی کو گویا کسی نے جلتے تیل میں پھینک دیا تھا۔

''تم سنبھال کر رکھو اپنی چھپنی ناک والی شہزادیاں، وہ بڑی بجل جو لگتا ہے کہ چونے کے ڈرم میں ڈبکی لگا کر آئی ہو۔ خالی شکل صورت کو چاٹنا ہے کیا، جب کرتوت ہی اچھے نہ ہوں۔ اتنی اچھی

ہوتیں تو خاندان میں ایک سے ایک قابل اور شریف لڑکا تھا کسی نے رشتہ کیوں نہ مانگا۔'' عابدہ پروین کی جیٹھانی نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ریشماں آپا کو تیلی لگائی تھی۔

''جاؤ، جاؤ، اپنے نکھے، لوفر اور مسٹنڈے بیٹے کو سنبھال کر رکھو۔ جو سارا دن شریف لڑکیوں کو تاڑتا پھرتا ہے۔ کام کا نہ کاج کا، دشمن اناج کا......'' انہوں نے بھی اپنی طرف سے کافی اوچھا وار کیا تھا۔

''ہاں، وہ تمہاری شریف شہزادی، لنڈے کی جینز چڑھا کر میرے ہی بیٹے کے ساتھ مہندیاں لگواتی پھر رہی ہے۔ حلیہ دیکھو ایسا لگتا ہے کہ سکھر کے ''سلام پورے'' سے نہیں کینیڈا سے ڈائریکٹ آئی ہو......'' ساحل کی اماں نے غضب ناک نظروں سے انہیں دیکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو نگل جائیں گی۔ ان دونوں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر مسرت نے بڑے اطمینان سے اپنی قمیص اٹھا کر سوئی میں دھاگا ڈالنا شروع کر دیا تھا۔

''بہت بری بات ہے۔ آپ لوگ اپنے ہی خاندان کی بیٹیوں کی عزت کا تماشا بنا رہے ہیں۔ آپا اندر چلیں۔'' فریدہ کو کسی نے اس جنگِ عظیم سوم کا بتایا تو وہ ہانپتی کانپتی وہاں پہنچیں اور اس منظر نامے سے سب سے جوشیلی خاتون کو پہلے بازو سے پکڑ کر اندر لے جانا چاہا۔

''میں تو چلی ہی جاؤں گی تم کس منہ سے جاؤ گی، اس منہ کو دیکھ کر ہی کسی نے تمہاری بیٹی کا رشتہ نہیں لیا۔'' ساحل کی اماں کا غصہ کسی طور کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''میں جوتے کی نوک پر رکھتی ہوں خاندان کے لڑکوں کو، ہے کوئی میری بچیوں کے قابل......؟'' ریشماں آپا کا لہجہ تنفر میں ڈوبا ہوا تھا۔

''اے جوتے کی نوک پر تو خاندان والوں نے تمہیں اور تمہاری شہزادیوں کو رکھا ہوا ہے۔ سچ ہے کہ کسی بھی شریف لڑکے کے قابل کہاں ہیں تمہاری لڑکیاں۔'' ساحل کی اماں آگ بگولہ ہو رہی تھیں۔

عابدہ نے بڑی مشکل سے اپنی جیٹھانی کا بازو پکڑا اور منجھلی کی مدد سے انہیں اوپر والے پورشن میں لے گئیں جبکہ شازیہ بھاگ کر ٹھنڈے پانی کا گلاس ریشماں کے لیے بھر لائی جن کا چہرہ غصے کی زیادتی کی وجہ سے سرخ ٹماٹر کی طرح ہو رہا تھا۔

اس تازہ ترین معرکے کی وجہ سے شام کو ریشماں اور عابدہ نے جنید کے نکاح کی تقریب میں جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ گھر بھر کا ماحول سخت خراب اور کشیدہ ہو گیا تھا۔ ہر ایک کا مزاج سوا نیزے پر تھا اور تو اور ریشماں کی تینوں صاحبزادیاں بھی اپنی ماں کی سخت نگرانی میں بیٹھی ہوئی تھیں حالانکہ ان کا دل سخت بے قرار تھا کہ وہ نکاح کی تقریب میں اپنے جلوے ضرور دکھاتیں۔

''آپ کو ضرورت کیا تھی ساحل کی ماں کے ساتھ پنگا لینے کی......؟'' سجل اپنی ماں سے سخت بدگمان تھی کیونکہ اس جنگ کے بعد سے ساحل اسے بالکل نظر انداز کر رہا تھا کیونکہ اس کی اماں نے اس کے مزاج بھی ٹھکانے لگا دیے تھے۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے لڑکی، میں اس پھولن دیوی سے کیوں پنگے لینے لگی، میں تو تمہاری اس... بدزبان ممانی کا منہ توڑنے والی تھی کہ وہ جاہل پتا نہیں کہاں سے میزائل کی طرح اڑتی ہوئی آئی اور خواہ مخواہ میرے گلے پڑ گئی۔'' ریشماں نے اپنی نازک مزاج بیٹی کا مزاج برہم دیکھ کر صفائی دی۔

''ان کا کون سا دماغ خراب تھا جو خواہ مخواہ آپ کے گلے پڑ جاتیں، آپ نے کچھ نہ کچھ تو کہا ہوگا۔'' سجل کو اپنی ماں کی بات کا بالکل یقین نہیں آیا تھا۔

''سبحان اللہ، دیکھ لی عابدہ تم نے اس کی زبان، یہ کل کی لڑکی جو زمین سے ابھی اُگی نہیں ہے اسے اپنی ماں کا اعتبار نہیں جو اُن کے لیے ساری دنیا

سے لڑتی پھر رہی ہے۔'' انہوں نے شکوہ آمیز نظروں سے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا جو اپنی جیٹھانی سے تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے ان کا سایہ بنی ہوئی تھی۔ ابھی تو انہیں اس محاذ کی فکر تھی جو اُن کی جیٹھانی نے سسرال جا کر کھولنا تھا۔

''سجل کچھ ہوش کے ناخن لو، آپا نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ وہ تو بات کا بتنگڑ بنانے میں پی ایچ ڈی کر چکی ہیں۔ بیٹا ان کا سارے جہاں کا لوفر، نکما اور نکھٹو ہے لیکن پھر بھی انہیں ہر وقت یہی فکر کھائے رہتی ہے کہ کوئی تیز طرار لڑکی اسے پھانس نہ لے۔ اب بندہ پوچھے کہ تیز طرار لڑکیوں کو یہ نکھٹو اور کنگلا ہی ملا ہے کیا۔'' عابدہ نے ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے بیزاری سے اپنی بہن کی صفائی دی تھی۔

''اچھا......؟'' سجل بری طرح چونکی۔ ''وہ تو کہتا ہے کہ اس کے باپ کی جوس کی فیکٹری ہے......'' سجل کو ایک نئی فکر نے گھیرا۔

''کون سی فیکٹری......؟ کیسی فیکٹری......؟ باپ اس کا جوس کی فیکٹری میں ڈبے پیک کرتا ہے اور اسے تو وہ بھی نہیں کرنے آتے، سارا دن موبائل پر امیر لڑکیوں کو پھانستا رہتا ہے اور ان سے پیسے بٹورتا ہے۔'' عابدہ خالہ کی بیزاری عروج پر تھی ان کی بات پر سجل پھر چونکی، اسے یاد آیا کہ وہ اس سے بھی چھ سات ہزار روپے بہانے بہانے سے بٹور چکا ہے۔ اس کا دل دھک کر کے رہ گیا تھا لیکن وہ مصلحتاً خاموش رہی۔

''اے آپا، آپ نے خواہ مخواہ جنید کے نکاح کا بائیکاٹ کیا۔ وہاں سب چرغے، تکے اڑا رہے ہوں گے اور ہم یہ دال چاول کھا رہے ہیں۔'' ان کی بہن کو ایک اور دکھ یاد آ گیا تھا۔

''دفع کرو، وہاں وہ مسرت نذیر، مسٹنڈی بن کر گھوم رہی ہوگی۔ کم بخت کی اچھل کود اس عمر میں بھی ختم نہیں ہوئی۔ اللہ جانے کہاں سے یہ بلا

ہمارے بھائی کے گلے پڑ گئی۔'' انہیں دوپہر کا واقعہ ابھی بھولا نہیں تھا۔

''ویسے بھی تو نے تو اپنے گیلو اور بیٹیوں کو نوری کے ساتھ بھجوا دیا ہے، تجھے کیا فکر ہے......'' انہوں نے چھوٹی بہن کو دلاسا دیا۔

''پتا نہیں جنید کی دلہن کیسی ہوگی......؟'' ان کی ایک اور حسرت بڑے غلط موقع پر جاگی تھی۔

''کیسی ہوگی سے کیا مراد ہے؟ اس کالے پیلے کو اس جیسی ہی کوئی کالی پیلی مل گئی ہوگی۔ کوئی اپنی حور پری تو دینے سے رہا۔'' ان کے لہجے میں طنز کی آمیزش تھی۔

''ویسے آپا، سنا ہے کہ جنید نے کسی پوری مارکیٹ کا سودا کیا ہے۔ کروڑوں کی مالیت ہے ان کی......'' ان کی اس اطلاع پر آپا اور سجل دونوں کے ہی کان کھڑے ہوئے۔

''ایسے ہی کسی نے ہوائی اُڑائی ہوگی، اس کو کون سا دبا ہوا خزانہ مل گیا ہے یا کوئی لاٹری نکل آئی ہے جو مارکیٹیں خریدتا پھر رہا ہے......'' انہیں رتی برابر بھی یقین نہیں آیا تھا۔ اس لیے ٹھٹھا مار کر زبردستی ہنسیں۔

''لو میں کون سا جھوٹ بول رہی ہوں......'' عابدہ نے ناگواری سے بڑی بہن کو ناک سے مکھی اڑاتے دیکھا۔ ''مجھے غلام علی بھائی نے بتایا تھا کہ فریدہ بھابی کو ان کے والدین کی طرف سے اچھا خاصا حصہ ملا ہے، اکلوتی اولاد جو تھیں وہ۔'' انہوں نے چاول اور دال کی پہاڑی کو ہاتھوں سے ملاتے ہوئے اوپر رائتے کا آدھا ڈونگا ڈالا۔ اب وہ اپنے ہاتھ سے چاول بڑی بے تکلفی سے کھا رہی تھیں۔ ان کے لہجے کی سچائی پر اب وہ چونکیں۔

''آئے ہائے، تم نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی......'' انہیں اچھا خاصا دھچکا لگا تھا۔ انہوں نے بیزاری سے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھا جو عجیب سا

ملغوبہ بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔

"ویسے آپا، آپ نے جنید کا رشتہ قبول نہ کر کے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری ہے۔ مجھ سے اماں بھی گلہ کر رہی تھیں کہ ریشماں نے عقل سے کام نہیں لیا کروڑوں کی جائداد ہاتھ سے نکال دی اور لڑکا بھی محنتی اور شریف تھا جہاں تک شکل صورت کی بات ہے تو آپ اپنے ایمان سے بتائیں کہ آپ کے میاں کتنے خوب صورت ہیں لیکن ساری زندگی آپ کو پیسوں کے لیے ترسائے رکھا وہ تو وحید کی دکان چل نکلی تو آپ کے حالات کچھ بدلے ہیں۔" اپنی بہن کی صاف گوئی پر وہ کچھ دیر کے لیے صدمے سے بول ہی نہیں سکیں کیونکہ بات سچ ہی نہیں خاصی تلخ بھی تھی۔

"ویسے بھی آپا، مرد کو عورت سے کم ہی ہونا چاہیے، یہ خوب صورت مرد بھی اپنی بیویوں کے لیے نرا "وختا" ہی ہوتے ہیں۔ ساری زندگی عورت کو دھڑکا ہی لگا رہتا ہے کہ کہیں پھسل ہی نہ جائیں اور سب سے بڑھ کر ان کے نخرے کون اٹھائے۔ اس لیے میں اپنی بیٹیوں کے لیے بر تلاش کرتے ہوئے بس شرافت، تعلیم اور روزگار ہی دیکھوں گی۔" عابدہ پروین نے اپنی انگلیوں کو زبان سے چاٹتے ہوئے انہیں ایک اور طمانچہ مارا تھا۔ سجل کی گمشدہ عقل بھی شاید ابھی ابھی واپس آئی تھی۔

"امی نے تو بس اپنے ہی اصول اور ضابطے بنا رکھے ہیں۔ ویسے اپنے آپ کو اتنا چالاک سمجھتی ہیں اور اچھی خاصی امیر آسامی ہاتھ سے نکال دی......" سجل خاصے طنزیہ انداز سے ماں کو دیکھتے ہوئے غصے سے بولی۔ وہ اپنی ماں کی نسبت زیادہ سمجھدار تھی۔ عابدہ پروین کو ابھی ابھی پتا چلا تھا۔ اس قدر عقلمندانہ بات سن کر ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"خالہ، خدا کے واسطے منہ تو بند کر لیں، اندر چاولوں اور دال کا طوفانِ بدتمیزی برپا ہے......" سجل نے اپنی چھوٹی سی ناک چڑھا کر بیزاری کا اظہار کیا۔

"سجل اپنی ماں سے زیادہ عقلمند ہی نہیں بلکہ ان سے زیادہ بدتمیز اور منہ پھٹ بھی ہے......" انہوں نے منہ بند کرتے ہوئے اپنی رائے میں تھوڑی سی ترمیم کی اور باقی رائتہ بھی اپنی پلیٹ میں الٹ دیا تھا۔

☆☆☆

"ہاں بھئی لاڑے (دولھا) صاحب نکاح کے بعد آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں......؟" منجھلی آپا نے ہاتھ کا مائیک بنا کر شرارت سے اپنے چھوٹے بھائی کے سامنے کیا۔ اس کی بات پر جنید ایک دم جھینپ سا گیا۔ وہ اپنی دونوں بہنوں سے چھوٹا تھا لیکن ہمیشہ خود کو اس نے ان کا بڑا بھائی ہی سمجھا تھا۔

"اچھا دولھا ہوں جس نے اپنی بیگم کا چہرہ تک نہیں دیکھا اور کیا فائدہ تم تینوں تین بہنوں کا......" اس نے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے ہلکا سا گلہ کیا تو وہ چاروں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ ابھی ابھی والدہ ان کے پاس سے اٹھ کر گئی تھیں۔ وہ خاصی خوش تھیں۔

"ویسے یہ تو لڑکے کے ساتھ واقعی ظلم ہوا ہے، چلو محترمہ کل شادی کے فنکشن میں آئیں گی تو نہ صرف ملنا بلکہ ایک آدھ ملاقات بھی کھڑکا دینا۔ ویسے بھی آدھی عوام اسے دیکھنے کے لیے بے تاب ہے۔" چچی نے ٹانگیں پھیلاتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔ ان کا اشارہ اپنی دونوں نندوں کی طرف تھا جو احتجاجاً نکاح کی تقریب میں نہیں شریک ہوئیں۔

"ہاں وہ عوام، جن کے بچوں نے ہمیں نگنی کا ناچ نچائے رکھا......" بڑی آپا کو اچانک یاد آیا کہ کس طرح عابدہ پھپو کے گپلو نے دلہن کی دادی کا چشمہ چھپا دیا تھا اور وہ جنید کے بجائے شعیب کو دولھا سمجھ کر پیسے پکڑا رہی تھیں۔

"ہاں، یہ تو عابدہ پروین نے خوب بدلا لیا ہے، خود تو گئی نہیں، اس چھوٹے ڈان کو ہمارے

ساتھ بھجوا دیا، جس نے ہر طرف تھرتھلی مچائے رکھی۔" چچی نے بھی جمائی لیتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔ وہ سب لوگ مہندی کے فنکشن سے فراغت پا کر ہال کمرے میں اکٹھے تھے۔ جہاں کارپٹ پر ہر طرف ہر عمر کے بچے تھکے ہارے سوئے ہوئے تھے۔

"ویسے چچی آج آپ کی ایک بات نے بہت دل خفا کیا......" وہ جو آج اپنے فن کا مظاہرہ کر کے خاصی تھک گئی تھیں جنید کی بات پر اپنی پنڈلیوں کو دباتے دباتے چونک سی گئیں۔ انہوں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جس پر ہلکی سی رنجیدگی جھلک رہی تھی۔

"کیوں لاڑے (دولھا) صاحب، ہماری کس بات نے عالی جاہ کا مزاج برہم کر دیا......؟" انہوں نے دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپنایا۔ بڑی آپا گرما گرم چائے اور گاجر کا حلوا لے آئی تھیں۔ اس وقت گھر میں موجود باقی مہمان سو چکے تھے۔

"آج آپ نے ریشماں پھپو کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ ان کے ساتھ آپ کے لاکھ اختلافات ہوں لیکن گھر کی لڑکیوں کو اس طرح تماشا بنانا بالکل مناسب نہیں تھا۔ پورے خاندان نے مزے لے کر آپ دونوں کی لڑائی کا تماشا دیکھا۔ یقین کریں کہ بہت دل خراب ہوا۔" وہ کافی حساس دل تھا۔ اس کا اندازہ تینوں بہنوں کو تو تھا لیکن چچی کو پہلی دفعہ احساس ہوا تھا۔

"ہاں، یہ تو واقعی میں نے غلط کیا، پتا نہیں کیسے میرا دماغ آؤٹ آف کنٹرول ہو گیا......" وہ ایک دم شرمندہ ہوئیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی تھی۔ ان کی اس بات پر زرد سوٹ میں ملبوس چھوٹی سعدیہ نے بھائی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا تھا۔

"تو پھر اس غلطی کا مداوا آپ شوبی کے لیے کول کا رشتہ لے کر کر دیں......" جنید نے بہن کا اشارہ سمجھ کر ہنستے ہنستے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہا تھا لیکن اس بات پر چچی بدک اٹھیں۔ ان کے چہرے کے تاثرات میں بڑا واضح تناؤ آیا تھا۔

"اب اتنی بھی بڑی غلطی نہیں ہے میری کہ ریشماں آپا کو اپنی سمدھن بنا کر ہر وقت دنگا فساد کھیلتی رہوں......" انہوں نے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ ٹرے میں رکھا نہیں پٹخا تھا۔

"اچھا ہے نہ چچی مزہ آئے گا، جب تک اگلا بندہ جوڑ کا نہ ہو کھیل کا مزہ ہی نہیں آتا......" بڑی آپا نے بھی شرارت سے لقمہ دیا تھا۔

"ہش شاواش اے......" چچی نے بالکل مومو اسٹائل میں نعرہ لگا کر چاروں بہن بھائیوں کو تیزی سے حلوا کھاتے دیکھا۔ "آج یہ فیصلہ کر لو کہ تم لوگ میرے ساتھ ہو یا اس ڈولی باندرا کے ساتھ......"

"دیکھ لیں آپ پھر ریشماں پھپو کو ڈولی باندرا کہہ رہی ہیں......" جنید نے چائے کی لمبی چسکی لیتے ہوئے انہیں چھیڑا۔

"ہاں تو وہ بھی تو ہر وقت میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں جیسے ڈولی باندرا، اپنی وینا ملک کے چھکے اڑاتی رہتی ہے اپنے شرانگیز بیانات سے......" انہوں نے منہ بناتے ہوئے بڑی مہارت سے بڑی آپا کی پلیٹ سے حلوا کھسکایا تھا۔

"مان جائیں چچی، اپنا شعیب بے چارہ بھی داڑھی بڑھائے چپ چپ مجنوں بنا پھر رہا ہے۔ دیکھ لیں آپ دونوں کی لڑائی سے اس بے چارے کا ذرا سا منہ نکل آیا ہے۔" چھوٹی نے بھی اپنے کزن کی طرفداری کی جو کل سے اس کی منتیں کرتا پھر رہا تھا کہ جاتے جاتے میری ٹرین بھی پٹری پر چڑھا دیں جو کھیتوں میں گھس گئی ہے۔

"اس خبیث کی تو بات ہی نہ کرو......" چچی نے ذرا بھی لفٹ نہ کرواتے ہوئے کہا۔ "اسے کسی پاگل دے پتر نے کہا ہے کہ داڑھی بڑھانے سے تم عمران ہاشمی کی طرح لگتے ہو اس وجہ سے ڈرامے بازیاں کر

رہا ہے اور منہ تو اس کا پہلے بھی بیر جتنا تھا اب دو دن میں حدود اربعہ کہاں سے بڑھنا تھا۔'' چچی نے بازو کھول کر ایک تو بہ شکن انگڑائی لی تھی۔

''جانے دیں چچی، کیوں ظالم سماج بن رہی ہیں۔ آپ تو ہمیشہ سے محبت کی علمبردار رہی ہیں۔ جانے دیں غصہ......'' منجھلی آپا نے آگے بڑھ کر ان کے کندھے دبائے۔ ''گھر لا کر کول سے خوب کندھے دبوایئے گا، کچن اس کے حوالے کر کے خود سکون سے اِدھر اُدھر خیر سگالی دورے کیجیے گا۔'' منجھلی کے دبانے سے انہیں خاصا سکون ملا تھا۔ اسی سُرور کی کیفیت کے زیرِ تحت چچی نے بھی حاتم طائی کی قبر پر خاصی لمبی لات ماری تھی۔

''اچھا، چلو تم کہتے ہو تو ایسا کر لیتے ہیں لیکن ریشماں آپا کو بتا دینا کہ میں اسٹار پلس کی ساسوں کے ہتھکنڈوں کے آن لائن ڈرامے دیکھ دیکھ کر پورا پانچ سالہ کورس کر چکی ہوں۔ اس لیے مجھ سے بھلائی کی امید ذرا کم ہی رکھیں......'' انہوں نے کسی ملکہ کی طرح حکم صادر کیا تھا لیکن اس حکم کے صادر ہوتے ہی پورے ہال میں طوفان آ جائے گا۔ اس کا ان کو اندازہ نہیں تھا۔

''واہ میری ماں......واہ، دل خوش کر دِتّا اے اپنے نونہال دا، اللہ تجھے حیاتی دے اور تو میری مہندی پر ایک کے بجائے چار آئٹم نمبر پیش کرے......'' رضائیوں کے ڈھیر کے پیچھے چھپا شعیب چھلانگ مار کر کسی ''ڈان'' کی طرح سامنے آیا تو چچی کے ہاتھ سے حلوے کی پلیٹ چھوٹ کر دور جا گری اور بڑی مشکل سے سوئے عابدہ پھپو کے آخری راگ کو زور سے لگی۔ پلیٹ کی چوٹ سے موٹے گپلو نے اپنے گلے سے ایسی شر انگیز چیخ ماری کہ کمرے میں سوئے سارے بچے ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھے۔ ایک لمحے میں یوں لگا جیسے جنگِ عظیم سوم اچانک شروع ہو گئی ہو۔

''بیڑا اتر جائے تیرا بے غیرتا، تُو نے تو فلاں کی طرح شرم وحیا کی دھجیاں تک اڑا دی ہیں، بھرے سانڈ کی طرح چھلانگیں مارتے پھر رہے ہو۔ اب ان افلاطونوں کو کون سنبھالے گا......'' چچی کا پارا آسمان کو چھونے لگا تھا۔ جبکہ پورے گھر میں بچوں کے رونے سے ایک بھونچال برپا ہو گیا تھا۔

''معاف کر دے یار، غلطی ہو گئی، اب کیا ہم بڑوں کو بھی رُلائے گا......'' جنید نے گپلو کے آگے باقاعدہ ہاتھ جوڑے تھے جبکہ گپلو نے خونخوار نظروں سے سب کو دیکھتے ہوئے اپنے گلے سے عجیب و غریب چیخیں مار کر رونے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا تھا جب تک عابدہ پروین پھپو سب سے نیچے والے کمرے سے اوپر ہانپتی کانپتی پہنچ نہیں گئی تھیں۔

''کیا ہو گیا میرے لال کو......'' انہوں نے فوراً اسے اپنے کلیجے سے لگاتے ہوئے محبت سے کہا۔

''آپ کے لال کے اندر جلال بھائی کی روح گھس گئی ہے......'' شعیب نے کان کھجاتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

''بہت مخولیے ہو شعیب تم، یہ ضرور خواب میں ڈر گیا ہو گا۔'' انہوں نے خود سے ہی فرض کر کے خود کو مطمئن کیا۔ ''اب ذرا اس گپلو کو اٹھاؤ اور نیچے چھوڑ کر آؤ۔ ورنہ اس کا باجا بجتا رہے گا۔'' عابدہ پھپو نے ہنستے ہوئے کہا تو شعیب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ جبکہ باقی سب نے اپنی ہنسی کو بہ مشکل دبایا تھا۔

''پھپو کیا اسے انڈر ٹیکر بنائیں گی آپ، فوراً اس کی خوراک میں کمی کریں دیکھ نہیں رہیں کہ ملک پہلے ہی بحران کا شکار ہے۔ جس طرح یہ صبح ناشتے میں پورے چار انڈے کھاتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ عنقریب ہمارا گھر بھی غذائی قلت کا شکار ہو جائے گا......'' شعیب نے بہ مشکل گپلو کو اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔ اس کی سانس ایک منٹ میں ہی پھول گئی تھی۔

''تم سے ایک بچہ تو سنبھالا نہیں جاتا۔ شادی

کی ''آخر'' ہوئی ہے پورا گھر کیسے سنبھالو گے......'' چچی نے کتنی ساسوں کی طرح یہ موقع ہاتھ سے نکلنے نہیں دیا تھا۔

''واہ اماں، بندہ کم از کم آدھی رات کو تو جھوٹ نہ بولے، یہ گپلو کہاں سے انسان کا بچہ لگتا ہے۔'' وہ خاصا تپ کر بولا تھا اور پھر اپنے پاس کھڑی عابدہ کی طرف متوجہ ہو کر گویا ہوا۔ ''لگتا ہے پھپو آپ کے ساتھ دھوکا ہو گیا ہے۔ اسپتال والوں نے آپ کے بیٹے کی جگہ ہاتھی کا بچہ آپ کو دے دیا ہو گا۔'' شعیب کے جل کر بولنے پر انہوں نے ایک زوردار دھموکا اس کی پتلی سی کمر پر رسید کیا تھا۔

''زیادہ عمر شریف بننے کی کوشش نہ کرو اور شرافت سے سیڑھیاں نیچے اترو......'' انہوں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا جبکہ گپلو اب آنکھیں کھولے خاموشی سے سب کا جائزہ لینے میں مگن تھا۔

''ہائے میری ماں...... تیرا دل دُکھانے کی سزا ملی ہے، مجھے معاف کر دینا......'' شعیب کی اداکاری عروج پر تھی۔ سب اس کی حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

''قسم سے اماں اس پہاڑ کے نیچے سے اگر بچ گیا تو دوبارہ ایک نیا شعیب بن کر زندگی کا آغاز کروں گا اور اپنی نئی زندگی کی قدر کروں گا۔'' وہ سیڑھیاں اترتے ہوئے بھی مسلسل دہائی دے رہا تھا۔

''بہت اچھا ہوا، اس کے ساتھ...... مجھے مہندی کے فنکشن میں کہہ رہا تھا کہ اماں تم ڈانس کرتے ہوئے وہ انڈین موٹی ہتھنی ''بھارتی'' کی طرح لگتی ہو۔ جو ہر ناچ گانے والے پروگرام میں پہنچ جاتی ہے۔'' چچی کی بات پر چاروں بہن بھائیوں کے منہ سے نکلنے والا قہقہہ بڑا جاندار تھا۔

☆☆☆

وہ چھوٹی کو پارلر سے لے کر شادی ہال میں پہنچا تو بارات ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ بھورے رنگ کے

غزل

اندیشہ ہائے روزِ مکافات اور میں
اس دل کے بے شمار سوالات اور میں

خلقِ خدا پہ خلقِ خدا کی یہ دار و گیر
حیراں' خدائے ارض و سماوات اور میں

کیا تھی خوشی اور اس کی تھی کیا قیمتِ خرید
اب رہ گئے ہیں ایسے حسابات اور میں

ہاروں گی میں ہی' مجھ کو یہ وہم و گماں نہ تھا
آپس میں جب حریف تھے' حالات اور میں

ہم راز و ہم سخن تھا مگر اس کے باوجود
ٹکرائے میرے دل کے مفادات اور میں

شاعرہ: شبنم شکیل

پینٹ کوٹ میں آج وہ بھی معمول سے ہٹ کر بہت اچھا لگ رہا تھا۔ سبھی لوگوں نے اس کی تعریف کی تھی۔ چھوٹی کو اس روپ میں دیکھ کر والدہ کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھیں بھی نم ہو رہی تھیں۔ اسے ڈریسنگ روم میں پہنچا کر جب وہ ہال کے دروازے کے پاس پہنچا تو سامنے پانچ چھ بچوں کو بھاگ کر اپنی طرف آتے دیکھ کر اس کا دل دہل سا گیا۔

''جنید بھائی، جنید بھائی......!'' باہر سے بھاگ کر آنے والے بچے اس کا نام پکار رہے تھے

''ویسے تو تم لوگ جب بھی اپنی منحوس شکلوں کے ساتھ ایسا طوفانی دورہ کرتے ہو تو کوئی بے ہودہ خبر ہی لاتے ہو۔ اب کیا ہوا ہے......؟'' اس نے ہاتھ میں پکڑا ٹشو ڈسٹ بن میں اچھالا تھا۔

''گپلو کو کوئی اغوا کر کے لے گیا ہے۔ عابدہ آنٹی اِدھر اُدھر اسے تلاش کرتی پھر رہی

ہیں......“ سب سے بڑے بچے نے بریکنگ نیوز کے انداز میں خبر سنائی تو اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔

اسی وقت وحید مراد، ساحل اور شعیب کے ساتھ ساتھ چچی کا سب سے چھوٹا بیٹا ذوہیب بھی تھکے تھکے سے اندر داخل ہوئے تھے۔ ان سب کے چہروں پر پھیلی پریشانی اور بیزاری دور ہی سے عیاں تھی۔

”یہ منحوس آج اگر مل گیا تو میرے ہاتھوں مارا جائے گا......“ شعیب نے ایک ہاتھ سے اپنا دوسرا بازو دباتے ہوئے اپنے خطرناک ارادے ظاہر کیے۔ ”ابھی تو رات سے بازو شل ہوئے پڑے تھے کہ آج عابدہ ممانی نے پھر ایمرجنسی نافذ کر دی۔ اب لور لور پھر کرنا ٹکیں جواب دے گئی ہیں۔“ شعیب نے اسے دیکھتے ہوئے اپنا دکھڑا سنایا۔ وہ لوگ دائیں بائیں کے سب شادی ہال چیک کر آئے تھے۔

”قسم سے جنید بھائی اس سڑک پر موجود سارے ہال چیک کیے ہیں۔ ایک ہال میں تو ایک بزرگوار نے ہمیں گالیاں تک دے دیں کہ کہاں مسٹنڈوں کی طرح گھسے چلے آ رہے ہو......“ ساحل کو اپنی بے عزتی کا واقعہ بھی یاد آ گیا تھا۔

”خیر ایسا غلط بھی نہیں کہا......“ جنید کے منہ سے بے اختیار پھسلا تھا۔ تینوں نے سخت خفگی سے اسے دیکھا جس کے چہرے پر پریشانی کے بادل نمایاں تھے۔ عابدہ پھپھو کا یہ بیٹا مسلسل ان سب گھر والوں کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا۔ عابدہ پھپھو بھی دہائی دیتی ہوئی آ گئی تھیں۔ وہ خاصی حواس باختہ تھیں۔

”چچی آپ تو اندر جائیں، سارے لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں......“ ساحل نے ہاتھ باندھ کر بڑی مشکل سے وہاں کھڑی عابدہ پھپھو کو کہا جو عجیب سے انداز میں ساڑی لپیٹے ہوئے تھیں۔

”تم اپنی چونچ بند ہی رکھو، تم لوگوں کی غیرتیں بھی ہمیشہ غلط موقع پر ہی جاگتی ہیں۔ خود لمبے لمبے بال رکھے ہوئے ہیں اوپر سے یہ سرخ رنگ کا کرتہ پہن رکھا ہے۔ ابھی ایک عورت تمہاری ہی اماں سے پوچھ رہی تھی کہ یہ کس کی بیٹی ہے......؟“ عابدہ پھپھو نے ساحل کی ٹھیک ٹھاک طبیعت صاف کی تھی تبھی وہ احتجاجاً پاؤں پٹختا ہوا اپنی اماں کو شکایت لگانے پہنچ گیا۔ جنید اور شعیب نے بہ مشکل اپنی ہنسی روکی۔

”اللہ جانے میرے معصوم بچے کو کون اغوا کر کے لے گیا......“ عابدہ پھپھو کا واویلا سن کر چچی سمیت اور بہت سی خواتین بھی وہاں آ گئی تھیں۔

”پھپھو کہیں گپلو کے نام کوئی جائداد وغیرہ تو نہیں، جس کے چکر میں اسے کسی نے اغوا کر لیا ہو......“ شعیب نے خاصے طنزیہ انداز میں تبصرہ کیا تھا۔

”نہیں بچے، ایسا کچھ نہیں تھا بس تمہارے پھوپا نے پچھلے دنوں نئی موٹر سائیکل خریدی تھی قسطوں پر......“ عابدہ پھپھو اس کا طنز سمجھے بغیر پریشانی سے بولیں۔ چچی نے تنبیہی نظروں سے اپنے صاحبزادے کو دیکھا تھا۔

”یہ بچہ کس کا ہے......؟“ ایک مترنم نسوانی آواز پر سب نے ہی مڑ کر دیکھا۔ سفید مغلیہ طرز کی لمبی فراک کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنے، وہ انتہائی حسین لڑکی مغلیہ دور کی کوئی شہزادی لگ رہی تھی۔ اس کی انگلی پکڑے گپلو بڑے مزے سے بھٹا کھانے میں مگن تھا۔

”ہائے میرا بچہ......“ عابدہ پھپھو تیر کی طرح اڑ کر اپنے بیٹے کے پاس پہنچ کر اسے چوم رہی تھیں۔ جو سفید کرتے شلوار پر واسکٹ پہنے کسی خرانٹ سیاستدان کی طرح دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلے تاثرات کو دیکھ کر شعیب کے ہاتھوں میں کھجلی ہونے لگی تھی لیکن حالات سازگار نہیں تھے۔

”ارے حوریہ تم......“ چچی بھی کسی میزائل کی

سی تیزی سے اس لڑکی کے پاس پہنچیں اور جھٹ سے گلے لگا لیا۔

”تم نے گپلو کو کیسے پہچانا......؟“ چچی سخت حیرت سے حوریہ کا حواس باختہ چہرہ دیکھ رہی تھیں۔

”خالہ یہ بچہ کل آپ لوگوں کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا ناں، اس لیے میں نے پہچان لیا......“ اس نے سادگی سے وضاحت دی۔ جبکہ جنید کو اس لڑکی کو دیکھتے ہی کچھ غیر معمولی سا احساس ہوا۔ نام تو اسی کی منکوحہ کا تھا۔

”بیٹا میرا لختِ جگر تمہیں آخر ملا کہاں سے......؟“ عابدہ پھپھو نے سخت تشکرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نازک سی خوب صورت لڑکی سے پوچھا جو جنید کی پرشوق نظروں کے حصار میں سخت گھبرائی گھبرائی سی تھی۔

”اصل میں مین روڈ پر ایک بھٹے والے نے اسے زبردستی بٹھا رکھا تھا کیونکہ اس کے پاس پیسے نہیں تھے اور یہ تین بھٹے لے کر کھا چکا تھا۔ ہماری گاڑی وہاں سے گزری تو میری نظر اس پر پڑی تو مجھے فوراً یاد آیا کہ یہ بچہ تو کل مسرت خالہ لوگوں کے ساتھ تھا۔“ اس نے عابدہ پھپھو کے سوال پر سنجیدگی سے بتایا۔ کچھ ہی فاصلے پر اندر آتی اپنی ساس اور سسر کو دیکھ کر جنید کو جھٹکا لگا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کی سانسیں بالکل ٹھیک لڑکی کو دیکھ کر بے ربط ہوئی تھیں۔

”ہاں بھئی جنید، دیکھ لو اپنی دلہن، کل گلہ کر رہے تھے کہ کسی نے دکھایا نہیں......“ چچی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک دم لڑکی کے آگے کر دیا تھا جو اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں سٹپٹا کر پلکیں بار بار جھپک رہی تھی۔ اس کے گال شرم سے ٹماٹر کی طرح سرخ ہو رہے تھے جبکہ وہ سخت حیرت اور بے یقینی سے اپنے سامنے کھڑی پانچ فٹ چار انچ کی نازک سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو اچانک ہی اس کی زندگی میں شامل ہو کر اس کی آنے والی زندگی کو خوب صورت بنا گئی تھی۔

”اسے کہتے ہیں پھپھو کہ دینے والا جب بھی دیتا ہے، دیتا چھپڑ پھاڑ کے......“ شعیب نے ہکا بکا کھڑی ریشماں پھپھو کے پاس جا کر شرارت سے سرگوشی کی۔ جو جنید کی دلہن کو ہکا بکا انداز میں دیکھ رہی تھیں جبکہ ان کے پاس کھڑی سنبل اور کومل کو بھی سکتہ ہو گیا تھا۔

”واہ جنید کی تو لاٹری نکل آئی......“ عابدہ پھپھو اپنے بیٹے کی گمشدگی کے دکھ کو بھول بھال حوریہ کی بلائیں لے رہی تھیں۔ جبکہ والدہ اور اس کی بہنیں حوریہ کے والدین کو اندر لے گئے تھے۔

”ویسے پھپھو، آپ کی ایک بیٹی کی بھی لاٹری نکل سکتی ہے اگر آپ کے اور میری فلمی اماں کے تعلقات بہتر ہو جائیں......“ شعیب کی بات پر ریشماں پھپھو کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی تھی۔

”شرم کرو، اپنی ماں کو فلمی ماں کہہ رہے ہو......“ ریشماں پھپھو اس اچانک جھٹکے سے نکل کر

عقل مندی

ایک کنجوس نے اخبار کے دفتر فون کیا اور کہا۔ ”میرا باپ مر گیا ہے خبر لگوانے کے کتنے پیسے ہوں گے؟“

جواب ملا۔ ”پچاس روپے فی لفظ۔“

کنجوس۔ ”اوہو یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ اچھا لکھو غفار بھائی مر گئے۔“

اخبار والا۔ ”جناب کم از کم آٹھ الفاظ ہونے چاہیے۔“

کنجوس۔ ”اوہو اچھا ذرا سوچنے دو۔ غفار بھائی مر گئے۔ سوزوکی برائے فروخت۔“

مرسلہ: حمیرا کلیم، واہ کینٹ

حوریہ کے سر پر ہاتھ پھیرنے کا بھاری بھرکم فریضہ بڑے بھاری دل کے ساتھ انجام دے کراب کچھ مطمئن تھیں۔

’’آپ اپنے ایمان سے کہیں کہ میری والدہ فلمی اماں نہیں ہیں! ہر جگہ ولن کی طرح پہنچ جاتی ہیں، بڑکیں مارتی ہیں، دودلوں کو ملاتی ہیں اور ’’بھارتی‘‘ کی طرح مٹکتی ہیں اور معصوم سے ابا جی کے ساتھ ابھی تک رومینٹک ڈائیلاگ مارتی ہیں......‘‘ شعیب کی بات پر وہ کھلکھلا کر ہنسیں۔

’’ویسے زبان کی دھار جتنی بھی لمبی ہولیکن دل کی اچھی ہے تمہاری فلمی ماں......‘‘ ان کی بات پر شعیب کو سوواٹ کا کرنٹ لگا تھا۔ اس نے دو تین دفعہ اپنے سر کو جھٹکا دیا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے جنید کو دیکھا جو انتہائی پُرشوق انداز سے حوریہ کو عابدہ پھپو کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھنے میں مگن تھا اور اسے بارات کے دور سے آنے اور بینڈ باجوں کی آوازیں تک سنائی نہیں دے رہی تھیں۔

’’خیر سے بھابی صاحبہ، آپ نے کیسے پہچانا ہمارے گپلو کو......؟‘‘ شعیب چھلانگ مار کران خواتین کے پاس پہنچا تھا۔

’’اصل میں کل اس بچے کو کسی نے میری گود میں بٹھا دیا تھا ابھی تک میری ٹانگوں میں درد ہے، اس لیے اس کی شکل یاد رہ گئی......‘‘ حوریہ کے معصومانہ انداز سے دی گئی وضاحت پر سب سے بلند قہقہہ جنید کا تھا۔ حوریہ نے چونک کر اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت کا سمندر دیکھ کر فوراً شرما کر آنکھیں جھکا دیں۔

’’بھائی صاحب میری تمام تر ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں، پہلی ملاقات اور وہ بھی اتنے بھاری بھرکم ظالم ساجوں کے ساتھ......‘‘ شعیب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر شرارت سے آنکھ دبا کر تسلی دی تھی۔ جنید نے اسے مصنوعی گھوری دی تھی۔

’’جناب، اگر ہوش کی دنیا میں آجائیں تو بارات کے بینڈ باجے ہال کے باہر تک پہنچ چکے ہیں......‘‘ شعیب کی بات پر وہ ہڑ بڑا کر باہر کی طرف لپکا اور وحید مراد کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار میں سے ایک کلی نکال کر اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں اپنی بیگم کی طرف بڑھائی۔

’’ابھی تو منہ دکھائی میں یہی میسر ہے۔ باقی پھر دیکھیں گے......‘‘ وہ انتہائی پُراعتماد انداز سے بڑے عجلت بھرے انداز میں گویا ہوا۔

’’تھینک یو......‘‘ حوریہ کے چہرے پر شرم اور محبت کے بڑے خوب صورت رنگ پھیلے تھے۔

’’یار یہ بھابی کو تاڑنے کا فریضہ پھر انجام دے دینا، ابھی باہر میرے فلمی ابا کا پارا ہائی ہو گیا تو سب کے سامنے میرا تو بینڈ بجا دیں گے۔‘‘ شعیب نے جنید کا بازو پکڑ کر زبردستی باہر کی طرف دھکیلا تو حوریہ بھی بے ساختہ ہنس دی تھی۔

’’ہائے میرا گپلو......‘‘ عابدہ پھپو کا بیٹا بارات کے اوپر پھینکے جانے والے پیسوں کی لوٹ مار کے لیے اپنی ماں کو چکما دے کر ایک دفعہ پھر غائب ہو چکا تھا۔ ان کی آواز پر جنید اور شعیب دونوں پریشانی سے ٹھٹکے اور مڑ کر دیکھا۔

’’شعیب ذرا دیکھنا گپلو کو پھر غائب ہو گیا ہے......‘‘ انہوں نے ساڑی کو چادر کی طرح لپیٹے ہوئے پریشانی میں ڈوبے لہجے میں کہا تھا۔

’’نہیں......!‘‘ ہال سے باہر جاتے شعیب نے عابدہ پھپو کی فرمائش پر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر بلند آواز میں چیخ ماری تھی۔

’’اُف فلمی ماں کا فلمی بیٹا، پتا نہیں میری زندگی کیسے گزرے گی......‘‘ کومل نے ہنستے ہوئے چچی کے کندھے سے سر ٹکا دیا جو صبح سے کومل کو بہانے بہانے سے پیار کر رہی تھیں۔